مکرم پیر صلاح الدین مجسٹریٹ
درجہ اول خلف حضرت پیر اکبر
علی صاحب مرحوم

...وم عبدالحکیم صاحب افسر انیر ہیڈ کوارٹر
ماری پور

حضرت صوفی محمد رفیع
صاحب امیر جماعت
ہائے احمدیہ صوبہ سندھ

حضرت خان صاحب عبدالمجید
خان صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ
مجسٹریٹ

...ئیر احمد ڈاکٹر عبدالمجید
آف قلات

حضرت منشی حبیب الرحمن صاحب
رئیس حاجی پورہ جو حضرت مسیح
موعود کے اولین ۳۱۳ صحابہ میں
تھے (فوٹو بذریعہ شیخ عبدالوہاب صاحب
نبیرہ منشی صاحب رضہ)

حضرت سیٹھ اسماعیل آدم

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب
بقاپوری سابق واعظ مقامی قادیان

حضرت شیخ محمود احمد صاحب
عرفانی مرحوم ایڈیٹر ثانی الحکم

سلسلہ کے نہایت مخلص
حضرت پیر اکبر علی صاحب رضہ

حضرت مولوی نور الدین صاحب
رض خلیفة المسیح اول

حضرت یعقوب علی صاحب
عرفانی الکبیر موسس والحکم

یر احمد صاحب ایم اے

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امام جم

Digitized by Khilafat Library Rabwah
الحکم
کراچی
خلافت نمبر
۱۴ مارچ تا ۷ اپریل ۱۹۵۲ء
جلد قدیم (۵۴) نمبر ۸ تا ۱۱
فہرست مضامین
جلد جدید دوم نمبر ۸ تا ۱۱
نمبر — مضمون — صاحب مضمون — صفحہ
۱ کچھ اپنی باتیں — عرفانی الکبیر صاحب
۲ یاد ایام (نظم) — قاضی محمد یوسف صاحب
۳ خلافت کی اہمیت (نظم) — حضرت قاضی اکمل صاحب
۴ منصب خلافت — سیدنا حضرت امیر المومنین
۵ خلافت کا نظام — حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
۶ حضرت امیر المومنین کی سیرت سے ایک ورق — عرفانی الکبیر
۷ سیرت المہدی کا ایک ورق
۸ بہشتی مقبرہ میں ایک قیام (نظم) — میر اللہ بخش صاحب تسنیم
۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۲۵ ۳۳ ۴۲ ۴۵
۵ خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے سیاسی نہیں ہے — جناب شبلی بی کام
۱۰ حضرت مسیح موعود کی سیرت کے متعلق روایات
۱۱ خلافت محمودی کی حقانیت — جناب شبلی بی کام
۱۲ خلافۃ الحقہ اور مسئلہ عزل کی تاریخی حیثیت — عرفانی الکبیر
۱۳ عزل خلفاء کا باطل عقیدہ — مکرم جلال الدین صاحب شمس
۱۴ پیر قیام مصر کے حالات — حاجی عبدالکریم صاحب
۱۵ الحکم کا دور ثانی — خان عبدالمجید خان صاحب
۱۶ خلافت اور اسکی اہمیت — مکرم محمد ابراہیم صاحب
قیمت فی کاپی بارہ آنے
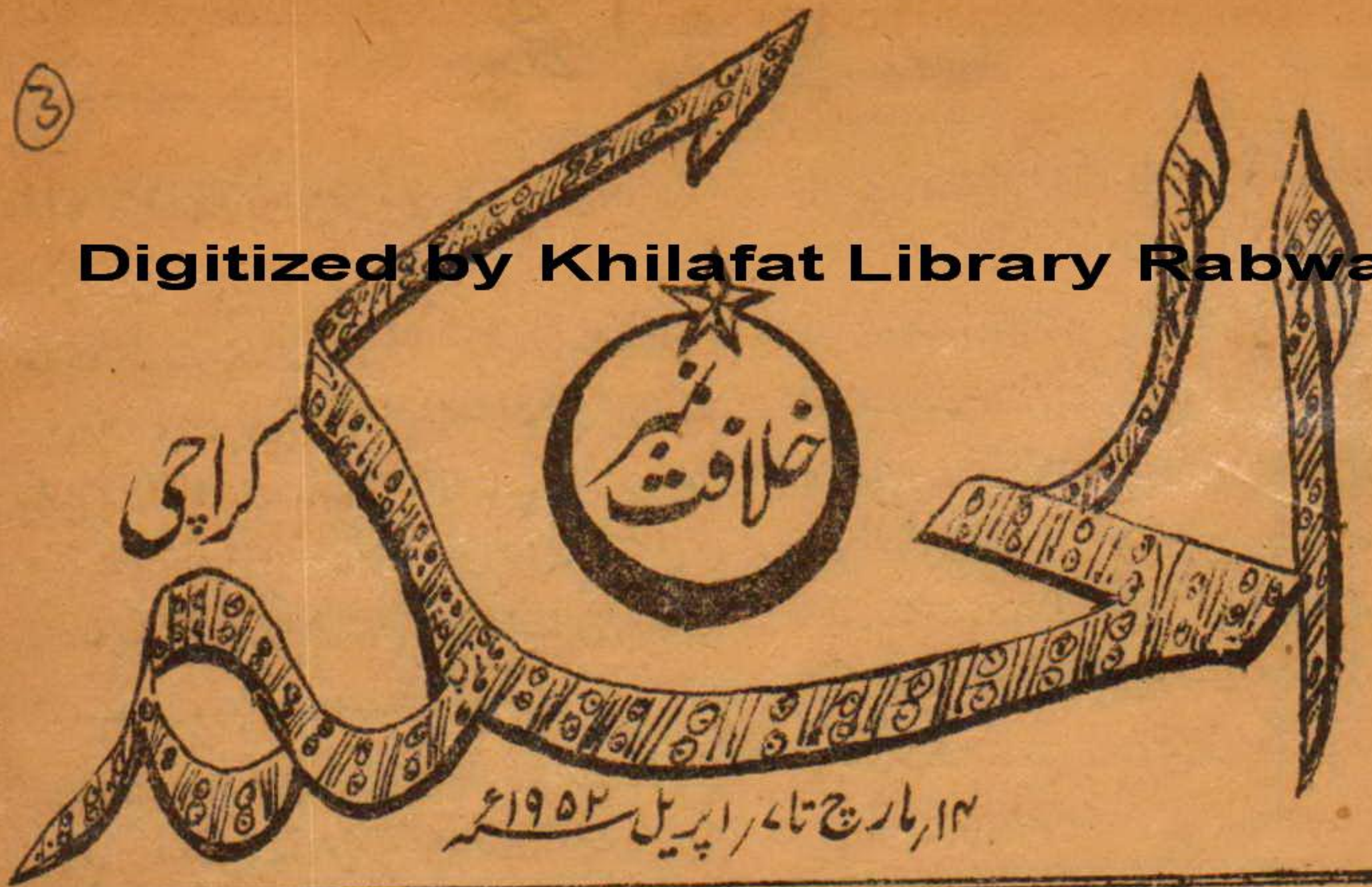
کچھ اپنی باتیں

(۱) فتنۂ عزل خلافت کی حقیقت کو مبرہن کرنیکے لئے الحکم کا یہ خاص نمبر شائع کیا جا رہا ہے جس رنگ میں اسے شائع کرنے کا ارادہ تھا مجھے اعتراف ہے کہ میں نہیں کر سکا۔ اس رنگ اور شان سے میری مراد اسکی ظاہری شان نہیں بلکہ مسئلہ خلافت پر میں ایک پرمغز بحث کرنیکا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر اسباب کی کمی میرے سدِّ راہ ہوتی ہے میں انصارِ خلافت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ مسلسل اس موضوع پر آرٹیکل اور ٹریکٹ شایع کریں الحکم اپنے اس عزم سے پیچھے نہیں ہٹیگا۔ جو وہ کسی دوسرے وقت خلافت نمبر شائع کرنے کا رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور جماعت نے ہمت افزائی کی تو جلد انشاء اللہ ایک خاص نمبر مسئلہ خلافت پر شائع ہوگا میں چاہتا ہوں کہ وہ کم از کم دس ہزار شایع ہو۔ مگر یہ موقوف ہے جماعتہائے احمدیہ کے عملی تعاون پر۔

(۲) الحکم کی ضرورت اور اسکی اعانت کا سوال بعض قلوب میں پیدا ہو چکا ہے اور ان مخلص معاونین کی نام بنام فہرست الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں شایع ہو چکی ہے میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ عزل خلافت کے فتنہ کو دیکھ کر جماعت کے فہیم اور سلیم الفطرت احباب کو محسوس ہو گیا ہوگا کہ الحکم ایسے اخبار کی کسقدر ضرورت ہے۔ اور اس نادان دوست کو بھی سمجھ آ جائیگی جس نے کہا تھا الحکم کا معیار بلند نہیں وہ اپنے معیار کو اپنے دل و دماغ میں رکھنے کی کوشش کرے۔ الحکم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کا امین ہے اور وہ سب سے پہلا ترجمان ہے اسکا معیار ہی صحیح معیار ہے۔

(۳) میں اس سلسلہ میں ایک واقعہ ایک مخلص صحابی منشی سکندر علی صاحب کا بیان کرنے سے نہیں رک سکتا وہ ایک غریب مخلص صحابی ہے اور سلسلہ کیلئے اس نے اپنی ملازمت کی قربانی کی تھی۔ سیرۃ مسیح موعودؑ کے ایک نمبر کے خریدنے کو ان کے دل میں شوق اور اخلاص تھا مگر ہاتھ تنگ تھا۔ کہا قیمت زیادہ ہے میں نے جوش سے کہا اسے تم چند آنوں سے ناپتے ہو۔ دنیا نے اس نور کو ایکبار تو دیکھا ہے اب مسیح موعود نہ آئیگا اور نہ اسکی باتوں کو اسکے منہ سے کوئی سنے گا۔ سنی ہوئی باتوں کو سنانے والے بھی نہ رہیں گے۔ اور لوگ خواہش کرینگے کہ کوئی ہو اور وہ سونے چاندی کے سکوں کو نثار کریں گے میں نے جوش سے کہا آپکے پاس ہی قدر ہے ان باتوں کو جو خدا کے بشیر اور اقوام کے موعود مسیح موعود نے کہیں میرا یہ کہنا تھا کہ سکندر علی کی چیخ نکل گئی اور آنکھوں نے دریا بہا دیا اسکی زبان پر استغفار تھا اور نہایت منت سے کہہ رہا تھا شیخ صاحب معاف کر دیں ہر قیمت پر اسکو خریدونگا میری درخواست قبول ہو۔ اسکے اخلاص نے مجھے بھی تڑپا دیا۔ اور میں نے نہایت محبت اور پیار سے کہا آپکی نذر ہوگی آپ اس کے قدر دان ہیں اور میرے آقا سے آپکو سچی محبت ہے۔ سکندر علی کا سا ایمان پیدا کرو۔ وہ غریب تھا مگر اس کا دل وسیع تھا اسنے سلسلہ کیلئے اپنی بساط سے بڑھ کر قربانیاں کی تھیں ضمناً ذکر آ گیا میں نے اسکی یاد کو تازہ کر لیا۔ سکندر علی تم پر خدا کے فضل کی برکات نازل ہوں۔ آج مجھے معلوم نہیں وہ کس مقام پر ہیں۔ اور میں انکی محبت کی جھلک اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں۔

(۴) حیات احمدؑ کی دوسری جلد کا تیسرا نمبر جس پر عہد عتیق ختم ہوتا ہے شائع ہو گیا ہے طباعت اور کاغذ کے اخراجات بے انتہا بڑھ گئے ہیں۔ اور مجھے ندامت ہے کہ میں اسے اچھے کاغذ پر اور خاص اہتمام سے شائع نہ کر سکا۔ میں سکندر علی جیسے دلوں کو تلاش کرتا ہوں جو اپنے آقا و محسن کے حالات میں اپنی زندگی سمجھتے ہوں جنہیں پڑھ کر انکی روح بیدار ہوتی ہے اسکی قیمت یہ ہے اگلی جلد عہد جدید کا پہلا حصہ ہوگا اور اسمیں ۱۸۸۹ء سے لیکر ۱۸۹۶ء تک کے حالات ہونگے اور وہ انشاء اللہ اچھے کاغذ پر اور نہایت احتیاط سے شائع ہوگی۔ اس کے پروف اور کاپیوں کی صحت کیلئے عزیز مکرم مولوی عبداللہ بی اے بی ٹی نے اپنی خدمات پیش کر دی ہیں اور میرے اس بار کو ہلکا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور توفیق دے کہ اس سلسلہ تالیفات میں میرے معاون ہو سکیں۔

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل نے بھی اس خصوص میں میرے ساتھ تعاون کرنے کا عملی وعدہ کر چکے ہیں۔ میں انکے لئے بھی قارئین الحکم سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ میرے مخلص احباب کو معلوم ہو کہ میں اب ۸۱ ویں سال میں داخل ہو رہا ہوں۔ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت و توانائی اور زبان قلم میں قوت اور روانی بخشے۔

—— عرفانی الکبیر

از مکرم قاضی محمد یوسف پشاوری

آتا ہے یاد ہم کو گزرا ہوا زمانہ
وہ قادیان کی بستی وہ تخت گاہِ احمدؑ
وہ شہ نشین مسجد وہ شمع بزم احمدؑ
وہ پیارا پیارا چہرہ وہ اسکی پیاری باتیں
وہ مسجد مبارک اور وہ امام صمدانی
وہ حضرت مبارک جو تھا شبیہہ احمدؑ
وہ اسوۂ شہادت عبداللطیف کابل
وہ ظالموں کا اس پر بارانِ سنگ کرنا
احمدؑ نبی پہ اس کا جاں تک نثار کرنا
وہ نورالدین اعظم وہ جانشین احمدؑ
وہ اس کے وعظ و خطبے وہ اسکے پاک لیکچر
وہ اس کے پند وحدت اور اتحاد قومی
وہ سرکشوں کا اسکا حکمت سے تاڑ لینا
وہ اسکی چشم پوشی وہ اس کی دوربینی
والد سے بڑھ کے ناصح مادر سے زیادہ مشفق
انساں ہمیں بنانا مولیٰ کی راہ دکھانا
وہ صوفی مصفیٰ حامد سا لکوٹی!
وہ آنے والا احمدؑ اور اس کے ساتھ والے
جو آج دیکھتے ہو کل وہ بھی پھر نہ ہونگے
پہلے تو چل دئے ہیں پچھلے ہیں جانے والے
احمدؑ کا ہم میں ہونا وحیِ خدا کا آنا
ماہِ دسمبر آنا دارالاماں کا جانا
پروانہ وار اس پر عشاق گرتے آنا
اور چشم و گوش دونوں کا اس سے حظ اٹھانا
وہ شوق دل سے اس کا قرآت ہمیں سنانا
وہ اس کا کم سنی میں کرنا اذا ادو گانا
وہ اس کا راہِ حق میں سب کچھ پہ کھیل جانا
وہ اسکی استقامت اس وقت پر دکھانا
عہد وفا کا اس کا آخر تلک نبھانا
وہ اس کا سوز دل سے قرآن ہمیں پڑھانا
وہ اس کا آپ بیتی ہر واقعہ سنانا
وہ اس کا تفرقہ کو ہر طرز سے ہٹانا
وہ ان کی سرکشی کو ہر رنگ سے دبانا
کمزوریوں پہ ہم کو حکمت سے کوس جانا
استاد بن کے ان کا انساں ہمیں بنانا
احمدؑ کی پیروی میں قرآن پر چلانا
وہ درد دل سے اسکا اشعار اپنے گانا
یہ ہیں جو چل دیئے ہیں باقی کو ابھی جانا
باقی رہے گا ان سے پیچھے فقط فسانا
بلبل نے کل چمن میں گایا تھا یہ ترانا

یہ یادِ رفتگاں ہے یوسفؔ نے جو سنایا
تم دردِ دل سے سن لو اوروں کو بھی سنانا

خلافت کی اہمیت

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

خلافت موجبِ اجماعِ اُمت ایک رحمت ہے
خلافت باعثِ اعزازِ ملت ایک نعمت ہے

خلافت اِرتقاءِ نسل انسانی کی صورت ہے
یہ مؤمن صالح الاعمال کی جاوید دولت ہے

خلافت میں خداوند دو عالم کی نیابت ہے
خلافت میں تمام اقوامِ عالم کی امامت ہے

خلافت لازم و ملزوم شانِ ہر نبوت ہے
خلافت بعد میں روشن نشانِ ہر رسالت ہے

خلافت ہی سے اِستحکامِ اُحکام شریعت ہے
خلافت ہی سے قلع و قمعِ کفر و شرک و بدعت ہے

خلافت سے نظام ملتِ بیضا کی قوت ہے
خلافت سے نفاذ اَمر و نہیِ ہر حکومت ہے

خلافت سِرِّ وحدت وجہِ تنظیم جماعت ہے
یہی روح روانِ صدق و اخلاص و محبت ہے

خلافت ہی میں پوشیدہ مسلمانوں کی رفعت ہے
جو رُو گرداں ہوئے اس سے مجھے اُن سے شکایت ہے

خلافت سے جو پھرتے ہیں ضلالت میں وہ گرتے ہیں
خلافت کی اطاعت ربّ اکبر کی اطاعت ہے

خلافت سے بدل جاتی ہے تقدیرِ اُمم جلدی
یہ حسبِ وحی ربانی وہی موعود ساعت ہے

خلافت قدرتِ ثانی ۔ نبوت قدرتِ اول
اگر یہ ابتدا کہیئے تو وہ انجام اُمت ہے

خلافت سے مسلماں پھر مسلماں ہوتے ہیں اکثر
یہ دورِ خسروی آغاز ہونے کی علامت ہے

خلافت سے ہُوا فرقان امرِ حق و باطل میں
یہ ہر اسلامی گھر کے واسطے حِصن و نظارت ہے

خلافت پر تصدق مال و جانِ مؤمناں ہوگا
کہ دینی دنیوی آثار کی اس سے حفاظت ہے

جماعت احمدیہ کا یہی اجماع ہے پہلا
بقولِ اہلِ حل و عقد ۔ مضمونِ وصیت ہے

یہ چرچا ہو رہا ہے اور ہونا چاہیئے اکمل
خلافت سیّدی محمود احمد کی خلافت ہے

منصب خلافت

یہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی وہ تقریر ہے جو آپ نے ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء کے ایک خاص جلسہ احباب (جو گویا مجلس مشاورت تھی) میں کی تھی اور جسے خاکسار نے قلمبند اور مرتب کیا تھا میں اس تقریر کو ایک بنیادی پتھر تعیین کرتا ہوں اور آج اسی بنیاد پر شاندار عمارت قائم ہے جس کے گرانے کی چالیس برس سے کوشش ہو رہی ہے قارئین کرام دیکھیں گے کہ منصب خلافت پر کھڑا ہونے والا امام اپنے فرض منصبی کو کس طرح سمجھتا ہے اور اس کی تکمیل خدا تعالےٰ کی تائید کا ایک زندہ نشان ہے۔ میں نے پوری تقریر درج کر دی ہے البتہ آخری حصہ جو شورہ کے متعلق ہدایات کا تھا چھوڑ دیا ہے۔ اسلئے مجھے صرف یہ دکھانا ہے خلافت کا کیا کام ہے اور آئندہ اوراق بتائیں گے کہ وہ بیج جو ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو بویا گیا آج کس قدر شاندار تازہ بتازہ پھل دینے والا درخت ہے۔ (عرفانی الکبیر)

حضرت فضل عمر خلیفہ ثانی کی تقریر

اشهد ان لا الٰه الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

دعائے ابراہیم

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک پیشگوئی کا ذکر فرمایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے رنگ میں ہے وہ دعا جو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر مکہ کے وقت کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ یہ دعا ایک جامع دعا ہے۔ اس میں اپنی ذریت میں سے ایک نبی کے مبعوث ہونے کی دعا کی پھر اسی دعا میں یہ ظاہر کیا کہ انبیا علیہم السلام کے کیا کام ہوتے ہیں ان کے آنے کی کیا غرض ہوتی ہے؟ فرمایا الٰہی ان میں ایک رسول ہو اور انہی میں سے ہو۔

انبیاء کی بعثت کی غرض

وہ رسول جو مبعوث ہو اس کا کیا کام ہو؟ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ الآیہ اس کا پہلا کام یہ ہو کہ وہ تیری آیات ان پر پڑھے۔ دوسرا کام يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِکْمَۃَ وہ کتاب یعنی شریعت سکھائے اور تیسرا کام یہ ہو کہ حکمت سکھائے۔ چوتھا کام وَیُزَکِّیْھِمْ ان کو پاک کرے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں سے مبعوث ہونے والے ایک رسول کے لئے دعا کی اور اس دعا ہی میں ان اغراض کو عرض کیا جو انبیاء کی بعثت سے ہوتی ہیں۔ اور یہ چار کام ہیں میں نے غور کر کے دیکھا ہے کہ کوئی کام اصلاح عالم کا نہیں جو اس سے باہر رہ جاتا ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح دنیا کی تمام اصلاحوں کو اپنے اندر رکھتی ہے۔

خلفاء کا کام

انبیاء علیہم السلام کے اغراض بعثت پر غور کرنے کے بعد یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ خلفاء کا بھی یہی کام ہوتا ہے کیونکہ خلیفہ جو آتا ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے پیشرو کے کام کو جاری کرے پس جو کام نبی کا ہوگا وہی خلیفہ کا ہوگا۔ اب اگر آپ غور اور تدبر سے اس آیت کو دیکھیں تو ایک طرف نبی کا کام اور دوسری طرف خلیفہ کا کام کھل جائے گا۔

میں نے دعا کی تھی کہ میں اس موقعہ پر کیا کہوں تو اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اس آیۃ کی طرف پھیر دی اور مجھے اسی آیت میں وہ تمام باتیں نظر آئیں جو میرے اغراض اور مقاصد کو ظاہر کرتی ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ اس موقعہ پر چند استدلالات پیش کردوں۔

شکر ربانی بر جماعت حقانی

مگر اس سے پہلے کہ میں چند استدلالات پیش کروں۔ میں خدا تعالیٰ کا شکر کرنا چاہتا ہوں کہ اس نے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کے دیئے جانے کا انبیاء سے وعدہ الٰہی ہوتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف سے محض دین کی خاطر اسلام کی عزت کے لئے اپنا روپیہ خرچ کر کے اور اپنے وقت کو خرچ کر کے احباب آئے ہیں۔ میں جانتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے مخلص دوستوں کی محنت کو ضائع نہیں کرے گا وہ بہتر سے بہتر بدلے دے گا کیونکہ وہ اس وعدہ کے موافق آئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ سے کیا تھا۔ اس لئے مجھے کل میں نے ورس میں ان دوستوں کو دیکھا تو میرا دل خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر سے بھر گیا۔ کہ یہ لوگ ایسے شخص کے لئے آئے ہیں جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ چالباز ہے (نعوذ باللہ ترآب) اور پھر میرے دل میں اور بھی جوش پیدا ہوا جب میں نے دیکھا کہ وہ میرے دوستوں کے بلانے ہی پر جمع ہو گئے ہیں اس لئے آج رات کو میں نے دعائیں کیں اور اپنے رب سے یہ عرض کیا کہ الٰہی میں تو غریب ہوں میں ان لوگوں کو کیا دے سکتا ہوں حضور آپ ہی اپنے خزانوں کو کھول دیجئے اور ان لوگوں کو جو محض دین کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں اپنے فضل سے حصہ دیجئے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو ضرور قبول کرے گا کیونکہ مجھے یاد نہیں میں نے کبھی درد دل اور بڑے اضطراب سے دعا کی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو۔ بچہ بھی جب درد سے چلاتا ہے تو ماں کی چھاتیوں میں دودھ جوش مارتا ہے۔ پس جب ایک چھوٹے سے بچے کے لئے باوجود ایک قلیل اور عارضی تعلق کے اس کے چلانے پر چھاتیوں میں دودھ آجاتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی اضطراب اور درد سے دعا کرے اور

وہ قبول نہ ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ دعا
ضرور قبول ہوتی ہے یہ معاملہ میرے ساتھ ہی نہیں
بلکہ ہر شخص کے ساتھ ہے چنانچہ فرماتا ہے۔
وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط
اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ جب میرے
بندے میری نسبت تجھ سے سوال کریں تو ان کو کہدے
کہ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار سنتا
ہوں اور اُسے قبول کرتا ہوں۔ یہاں اُجِیْبُ
دَعْوَةَ الدَّاعِ فرمایا یہ نہیں کہا کہ صرف مسلمان یا
کسی خاص ملک اور قوم کے آدمی کی دعا سنتا ہوں۔
اس قبولیت دعا کی غرض کیا ہوتی ہے؟
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ۔ مان لے اور مسلمان
ہو جائے اور مسلمان اور مومن تو اس ایمان میں ترقی
کرے۔ کافر کی دعائیں اس لئے قبول کرتا ہوں کہ مجھ پر
ایمان ہو اور وہ مومن بن جاوے اور مومن کی اس
لئے کہ وہ رشد اور یقین میں ترقی کرے۔ خدا تعالےٰ کی
معرفت اور شناخت کا بہترین طریق دعا ہی ہے
اور مومن کی اُمیدیں اسی سے ہی وسیع ہوتی ہیں۔
پس میں نے بھی بہت دعائیں کی ہیں اور مجھے یقین ہے
کہ وہ قبول ہونگی۔

پھر میں نے اس کے حضور دعا کی کہ میں ان لوگوں
کے سامنے کیا کہوں تو آپ مجھے تعلیم کر اور آپ مجھے سمجھا۔
میں نے اس فتنہ کو دیکھا جو اس وقت پیدا ہوا ہے میں
نے اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا کہ اس کی توفیق اور
تائید کے بغیر اس کو دور کرسکوں۔ میرا سہارا اسی پر ہے
اس لئے میں اس کے حضور جھکا اور درخواست کی کہ
آپ ہی مجھے بتائیں ان لوگوں کو جو جمع ہوئے ہیں کیا
کہوں اس نے میرے قلب کو اسی آیت کی طرف متوجہ
کیا اور مجھ پر ان حقایق کو کھولا جو اس میں ہیں۔ میں نے
دیکھا کہ خلافت کے تمام فرائض اور کام اس
آیت میں بیان کر دیئے گئے ہیں تب میں نے اسی کو
اس وقت تمہارے سامنے پڑھ دیا۔

لاخلافۃ الا بالمشورۃ

میرا مذہب ہے لا خلافۃ الا بالمشورۃ خلافت جائز بھی نہیں جب تک
اس میں شوریٰ نہ ہو۔ اسی اصول پر تم لوگوں کو یہاں
بلوایا گیا ہے اور میں خدا تعالےٰ کے فضل سے اس پر
قائم ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس پر قائم رہوں
میں نے چاہا کہ مشورہ لوں مگر میں نہیں جانتا تھا کہ
کیا مشورہ لوں۔ میرے دوستوں نے کہا کہ مشورہ
ہونا چاہیئے۔ میں نے اس کی تصریح نہیں پوچھی
میں چونکہ مشورہ کو پسند کرتا ہوں اس لئے ان سے
اتفاق کیا اور انہوں نے آپ کو بلایا مگر مجھے کل
تک معلوم نہ تھا کہ میں کیا کہوں آخر جب میں نے خدا
کے حضور توجہ کی تو یہ آیت میرے دل میں ڈالی گئی کہ
اُسے پڑھو۔

تفسیر دعائے ابراہیم

اس آیت کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی یا
خلیفہ کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ آیات اللہ لوگوں
کو سنائے آیت کہتے ہیں نشان کو دلالت کو جس
سے کسی چیز کا پتہ لگے۔ پس نبی جو آیات اللہ پڑھتا ہے
اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے دلائل سناتا اور
پیش کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اسکی توحید
پر دلالت کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے فرشتوں
رسولوں اور اس کی کتب کی تائید اور تصدیق
اُن کے ذریعہ ہوتی ہے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا
گیا ہے کہ وہ لوگوں کو ایسی باتیں سنائے جن سے

ان کو اللہ پر اور نبیوں اور کتب پر ایمان حاصل ہو۔

پہلا کام اس سے معلوم ہوا کہ نبی اور اس کے جانشین خلیفہ کا پہلا کام تبلیغ حق اور دعوت الی الخیر ہوتی ہے۔ وہ سچائی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اپنی دعوت کو دلائل اور نشانات کے ذریعہ مضبوط کرتا ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ

وہ تبلیغ کرتا ہے

دوسرا کام پھر دوسرا فرض نبی یا خلیفہ کا اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ان کو کتاب سکھاوے۔ انسان جب اس بات کو مان لے کہ اللہ تعالےٰ ہے اور اس کی طرف سے دنیا میں رسول آتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے ملائکہ ان پر اترتے ہیں اور ان کے ذریعہ کتب الٰہیہ نازل ہوتی ہیں تو اس کے بعد دوسرا مرحلہ اعمال کا آتا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ پر ایمان لاکر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کو اب کیا کرنا چاہیئے اس ضرورت کو پورا کرنے والی آسمانی شریعت ہوتی ہے اور نبی کا دوسرا کام یہ ہے کہ ان نومسلموں کو شریعت سکھائے ان ہدایات اور تعلیمات پر عمل ضروری ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ کے رسولوں کی معرفت آتی ہیں پس اس موقعہ پر دوسرا فرض نبی کا یہ بتایا گیا ہے۔

کہ وہ انہیں فرائض کی تعلیم دے

کتاب کے معنے شریعت اور فرض کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں یہ لفظ کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے جیسے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ پس اس ترتیب کو خوب یاد رکھو کہ پہلا کام اسلام میں لانے کا تھا۔ دوسرا ان کو شریعت سکھانے اور عامل بنانے کا۔

تیسرا کام عمل کے لئے ایک اور بات کی ضرورت ہے اس وقت تک انسان کے اندر کسی کام کے کرنے کے لئے جوش اور شوق پیدا نہیں ہوتا جب تک اسے اس کی حقیقت اور حکمت سمجھ میں نہ آجائے اس لئے تیسرا کام یہاں یہ بیان کیا۔ وَالْحِكْمَةَ اور وہ ان کو حکمت کی تعلیم دے۔ یعنے جب وہ اعمال ظاہری بجالانے لگیں تو پھر ان اعمال کی حقیقت اور حکمت سے انہیں باخبر کرے۔ جیسے ایک شخص ظاہری طور پر نماز پڑھتا ہے نماز پڑھنے کی ہدایت اور تعلیم دینا یہ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کے نیچے ہے اور نماز کیوں فرض کی گئی۔ اس کے کیا اغراض و مقاصد ہیں؟ اس کی حقیقت سے واقف کرنا یہ تعلیم الحکمتہ ہے۔ ان دونوں باتوں کی مثال خود قرآن شریف سے ہی دیتا ہوں۔ قرآن شریف میں حکم ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نمازیں پڑھو۔ یہ حکم تو گویا يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کے ماتحت ہے ایک جگہ یہ فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی نماز بدیوں اور ناپسند باتوں سے روکتی ہے یہ نماز کی حکمت بیان فرمائی کہ نماز کی غرض کیا ہے۔ اسی طرح پھر رکوع۔ سجود۔ قیام اور قعدہ کی حکمت بتائی جائے۔ اور خدا کے فضل سے میں یہ سب بتا سکتا ہوں۔ غرض تیسرا کام نبی یا اس کے خلیفہ کا یہ ہوتا ہے کہ وہ احکام شریعت سے لوگوں کو واقف کرتا ہے۔

غرض ایمان کے لئے يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ فرمایا پھر ایمان کے بعد اعمال کے لئے يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ پھر ان اعمال میں ایک جوش اور ذوق پیدا کرنے اور ان کی حقیقت بتانے کے واسطے وَالْحِكْمَةَ فرمایا۔ نماز کے تعلق میں نے ایک مثال

دی ہے ورنہ تمام احکام میں اللہ تعالےٰ نے حکمتیں رکھی ہیں۔

چوتھا کام پھر چوتھا کام فرمایا وَیُزَکِّیْھِمْ حکمت کی تعلیم کے بعد انہیں پاک کرے تزکیہ کا کام انسان کے اپنے اختیار میں نہیں بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کے اپنے قبضہ اور اختیار میں ہے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ جب یہ اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہے تو نبی کو کیوں کہا کہ وہ پاک کرے۔ اس کی تفصیل میں آگے بیان کروں گا۔ مختصر طور پر میں یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا ذریعہ بھی اللہ تعالےٰ نے آپ ہی بتا دیا ہے کہ پاک کرنے کا کیا طریق ہے اور وہ ذریعہ دعا ہے۔ پس نبی کو جو حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو پاک کرے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بڑی بڑی حکمتیں مخفی رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ آیت سورہ بقر کی ترتیب کا پتہ دیتی ہے لوگوں کو سورہ بقر کی ترتیب میں بڑی دقتیں پیش آئی ہیں۔ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ کہیں کچھ ذکر ہے کہیں کچھ کہیں بنی اسرائیل کا ذکر آجاتا ہے کہیں نماز روزہ کا کہیں طلاق کا کہیں ابراہیم علیہ السلام کے مباحثات کا۔ کہیں طالوت کا۔ ان تمام واقعات کا آپس میں جوڑ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کے مجھے یہ سب کچھ سکھا دیا ہے۔

سورہ بقر کی ترتیب کس طرح سمجھائی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کا واقعہ ہے کہ منشی فرزند علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں تم سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہوں اس وقت ان سے میری اس قدر واقفیت بھی نہ تھی میں نے عذر کیا مگر انھوں نے اصرار کیا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی منشاء الٰہی ہے۔ آخر میں نے ان کو شروع کرا دیا۔ ایک دن میں پڑھا رہا تھا کہ میرے دل میں بجلی کی طرح ڈالا گیا کہ یہ آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الآیہ۔ سورہ بقر کی ترتیب پورے طور پر میری سمجھ میں آگئی۔ اب آپ اس کو مدنظر رکھ کر سورہ بقر کی ترتیب پر غور کریں تو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

ترتیب سورہ بقر اب غور کرو۔ پہلے بتایا کہ قرآن کریم کا نازل کرنے والا عالم خدا ہے پھر بتایا کہ قرآن مجید کی کیا ضرورت ہے کیونکہ سوال ہوتا تھا کہ مختلف مذاہب کی موجودگی میں اس مذہب کی کیا ضرورت پیش آئی اور یہ کتاب خدا تعالےٰ نے کیوں نازل کی۔ اس کی غرض وغایت بتائی۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ یعنے سب مذاہب تو صرف متقی بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ کتاب ایسی ہے جو متقی کو بھی آگے لے جاتی ہے متقی تو اُسے کہتے ہیں جو انسانی کوشش کو پورا کرے۔ پس اسے آگے لے جانے کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالےٰ اب خود اس سے ہمکلام ہو پھر متقین کے اعمال اور کام بتائے۔ پھر بتایا کہ اس کتاب کے ماننے والوں اور منکروں میں کیا امتیاز ہوگا پھر بتایا کہ انسان چونکہ عبادت الٰہی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اس لیئے اس کے لئے کوئی ہدایت نامہ چاہیئے اور وہ ہدایت نامہ خدا کی طرف سے آنا چاہیئے۔ پھر بتایا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایت آتی بھی رہی ہے جیسے کہ ابتداء عالم میں آدمؑ کی بعثت ہوئی۔ اس کے بعد اس کو ہولا اور

آدم کی مثال پیش کر کے بتایا کہ یہ سلسلہ وہیں ختم نہ ہو گیا بلکہ ایک لمبا سلسلہ انبیاء کا بنی اسرائیل میں ہوا جو موجود ہیں ان سے پوچھو ہم نے ان پر کس قدر رحمتیں کی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ظالم ہمارے کلام کے مستحق نہیں ہو سکتے اب جبکہ یہ ظالم ہو گئے ہیں ان کو ہمارا کلام سننے کا حق نہیں اب ہم کسی اور خاندان سے تعلق کریں گے اور وہ بنی اسمٰعیل کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالےٰ نے وعدہ کیا تھا کہ دونوں بیٹوں کے ساتھ نیک سلوک کروں گا جب ایک سے وہ وعدہ پورا ہوا تو ضرور تھا کہ دوسرے سے بھی پورا ہو چنانچہ بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت اس طرح دعا کی تھی جواب پوری ہونے لگی ہے بار بار یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ فرمایا یہ بتایا کہ بنی اسرائیل کا حق شکایت کا کوئی نہیں ان سے وعدہ پورا ہو چکا ہے اور جس نے ان کا وعدہ پورا کیا ضرور تھا کہ بنی اسمٰعیل کا وعدہ بھی پورا کرتا۔ اور اس طرح بنی اسرائیل پر بھی اتمام حجت کیا کہ باوجود انعام الٰہیہ کے تم نے نافرمانی کی اور مختلف قسم کی بدیوں میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو تم نے محروم کرنے کا مستحق ٹھہرا لیا ہے تم میں نبی آئے بادشاہ ہوئے اب وہی انعام بنی اسماعیل پر ہوں گے۔

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ دعا تو تھی ہم کیونکر مانیں کہ یہ شخص وہی موجود ہے اس کا ثبوت ہونا چاہیئے اس کے لئے فرمایا موعود ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ اس دعا میں جو باتیں بیان کی گئی تھیں وہ سب اس کے اندر پائی جاتی ہیں اور چونکہ اس نے ان سب وعدوں کو پورا کر دیا ہے اس لئے یہی وہ شخص ہے۔ گو سارا قرآن شریف ان چار ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے لیکن اس سورۃ میں خلاصتہً سب باتیں بیان فرمائیں تا معترض پر حجت ہو۔ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ کے متعلق فرمایا اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الآیۃ اور آخر میں فرمایا لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ اس میں علم رکھنے والوں کے لئے کافی دلائل ہیں جن سے اللہ تعالےٰ ملائکہ۔ کلام الٰہی اور نبوت کا ثبوت ملتا ہے تو یہ نمونہ یا تلاوت آیات کا۔ اس کے بعد تھا یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ اس کے لئے مختصہ طور پر شریعت اسلام کے موٹے موٹے احکام بیان فرمائے اور ان میں بار بار فرمایا کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ۔ کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ جس سے یہ بتایا کہ دیکھو اس پر کیسی بے عیب شریعت نازل ہوئی ہے۔ پس یہ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ کا بھی مصداق ہے اور یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ کا بھی تیسرا کام بتایا تھا کہ لوگوں کو حکمت سکھائے۔ اس لئے شریعت کے موٹے موٹے حکم بیان فرمانے کے بعد قومی ترقی کے راز اور شرائع کی اغراض کا ذکر فرمایا اور حضرت ابراہیم اور طالوت کے واقعات سے بتایا کہ کس طرح قومیں ترقی کرتی ہیں اور کس طرح مردہ قومیں زندہ کی جاتی ہیں۔ پس تم کو بھی ان راہوں کو اختیار کرنا چاہیئے اور اس حصہ میں وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا۔ فرما کر یہ اشارہ فرمادیا کہ لو تیسرا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ اس رسول نے حکمت کی باتیں سکھا دی ہیں مثلاً طالوت کا واقعہ بیان فرمایا کہ انھوں نے حکم دیا کہ نہر سے کوئی پانی نہ پیئے اور پینے والے کو ایسی سزا دی کہ اسے اپنے سے علیحدہ کر دیا اور بتایا کہ جب کوئی شخص چھوٹا حکم نہیں مان سکتا تو اس نے بڑے بڑے حکم کہاں ماننے ہیں اور یہ بھی

بتایا کہ جس وقت جنگ ہو۔ اس وقت حاکم کی کیسی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اس میں یہ بھی بتایا کہ خلفاء پر اعتراض ہوا ہی کرتا ہے اور آخر اللہ تعالےٰ ان کو غلبہ دیتا ہے ان حکموں کے بتانے کے بعد تزکیہ رہ گیا تھا۔ اس کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ اس سورۃ کو دعا پر ختم کیا ہے جس میں یہ بتایا ہے کہ تزکیہ کا طریق دعا ہے۔ نبی بھی دعا کرے اور جماعت کو بھی دعا کی تعلیم دے۔ آپ لوگ اس سورۃ کو اب پڑھ کر دیکھیں جس ترتیب سے آیت مذکورہ میں الفاظ ہیں اسی ترتیب سے اس سورۃ میں آیات اور کتاب اور حکمت اور طریق تزکیہ بیان فرمایا ہے۔ پس یہ آیت اس سورۃ کی کنجی ہے جو اللہ تعالےٰ نے میرے ہاتھ میں دی ہے۔

الغرض

نبی کا کام بیان فرمایا تبلیغ کرنا۔ کافروں کو مومن کرنا۔ مومنوں کو شریعت پر قائم کرنا۔ پھر باریک در باریک راہوں کا بتانا۔ پھر تزکیہ نفس کرنا۔ یہی کام خلیفہ کے ہوتے ہیں اب یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے یہی کام اس وقت میرے رکھے ہیں۔

آیات اللہ کی تلاوت میں۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر دلائل۔ ملائکہ پر دلائل۔ ضرورت نبوت اور نبوت محمدیہ کے دلائل۔ قرآن مجید کی حقیقت پر دلائل۔ اور ضرورتِ الہام وحی پر دلائل۔ جزا و سزا اور مسئلہ تقدیر پر دلائل۔ قیامت پر دلائل شامل ہیں۔ یہ معمولی کام نہیں۔ اس زمانہ میں اس کی بہت بڑی ضرورت ہے اور یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔

پھر یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ دوسرا کام ہے بار بار شریعت پر توجہ دلائے اور احکام و اوامر الٰہی کی تعمیل کے لئے یاد دہانی کرتا رہے جہاں سستی ہو اس کا انتظام کرے اب تم خود غور کرو کہ یہ کام کیا چند کلرکوں کے ذریعے ہو سکتے ہیں اور کیا خلیفہ کا اتنا ہی کام رہ جاتا ہے کہ وہ چندوں کی نگرانی کرے۔ اور دیکھ لے کہ دفتر محاسب ہے اس میں چندہ آتا ہے اور چند ممبر ملکر اسے خرچ کر دیں۔ انجمنیں دنیا میں بہت ہیں اور بڑی بڑی ہیں جہاں لاکھوں روپیہ سالانہ آتا ہے اور وہ خرچ کرتی ہیں مگر کیا وہ خلیفہ بن جاتی ہیں؟

خلیفہ کا کام کوئی معمولی اور رذیل کام نہیں یہ خدا تعالےٰ کا ایک خاص فضل اور امتیاز ہے جو اس شخص کو دیا جاتا ہے جو پسند کیا جاتا ہے۔ تم خود غور کر کے دیکھو کہ یہ کام جو میں نے بتائے ہیں میں نے نہیں خدا نے بتائے ہیں۔ کیا کسی انجمن کا سکرٹری اس کو کر سکتا ہے۔ ان معاملات میں کوئی سکرٹری کی بات کو مان سکتا ہے؟ یا آج تک کہیں اس پر عمل ہوا ہے؟ اور جگہ جانے دو وہ یہاں ہی بتا دو۔ کہ کبھی انجمن کے ذریعہ یہ کام ہوا ہو۔ ہاں چندوں کی یاد دہانیاں ہیں وہ ہوتی رہتی ہیں۔

یہی بات ہے کہ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کے لئے ضرور خلیفہ ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی انجمن کے سکرٹری کے لئے یہ شرط کہاں ہے کہ وہ پاک بھی ہو۔ ممکن ہے ضرورتاً عیسائی رکھا جاوے یا ہندو ہو۔ جو دفاتر کا کام عمدگی سے کر سکے۔ پھر وہ خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ خلیفہ کے لئے تعلیم الکتٰب ضروری ہے۔ اس کے فرائض میں داخل ہے۔ سکرٹری کے فرائض میں قواعد پڑھ کر دیکھ لو کہیں بھی داخل نہیں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے کہ خدا تعالےٰ کے احکام کے اغراض و اسرار بیان کرے

جن کے علم سے ان پر عمل کرنے کا شوق و رغبت پیدا ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا تمہاری انجمن کے سکرٹری کے فرائض میں یہ بات ہے کتنی مرتبہ احکام الٰہیہ کی حقیقت اور فلاسفی انجمن کی طرف سے تمہیں سکھائی گئی کیا اس قسم کے سکرٹری رکھے جا سکتے ہیں؟ یا انجمنیں اس مخصوص کام کو کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

انجمنیں محض اس غرض کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ بہی کھاتے رکھیں اور خلیفہ کے احکام کے نفاذ کے لئے کوشش کریں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے۔ یزکیھم قوم کا تزکیہ کرے۔ کیا کوئی سکرٹری اس فرض کو ادا کر سکتا ہے؟ کسی انجمن کی طرف سے یہ ہدایت جاری ہوئی یا تم نے سنا ہو کہ میں قوم کے تزکیہ کے لئے رو رو کر دعائیں کرتا ہوں!

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کام سکرٹری کا ہے ہی نہیں اور نہ کوئی سکرٹری کہہ سکتا ہے کہ میں دعائیں کرتا رہوں جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ انجمن اس کام کو کر سکتی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی سکرٹری یہ کام نہیں کر سکتا اور کوئی انجمن نبی کے کام نہیں کر سکتی اگر انجمنیں یہ کام کر سکتیں تو خدا تعالیٰ دنیا میں مامور اور مرسل نہ بھیجتا۔ بلکہ اس کی جگہ انجمنیں بناتا مگر کسی انجمن کا پتہ دو۔ جس نے کہا ہو کہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔

کوئی دنیا کی انجمن نہیں ہے جو یہ کام کر سکے۔ ممبر تو اکٹھے ہو کر چند امور پر فیصلہ کرتے ہیں کیا کبھی انجمن میں اس آیت پر بھی غور کیا گیا ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ جس کے سپرد کوئی کام کرتا ہے اسی کو بتاتا ہے کہ تیرے یہ کام ہیں۔ یہ کام ہیں جو انبیاء اور خلفاء کے ہوتے ہیں روپیہ اکٹھا کرنا ادنیٰ درجہ کا کام ہے خلفاء کا کام انسانی تربیت ہوتی ہے اور ان کو خدا تعالیٰ کی معرفت اور یقین کے ساتھ پاک کرنا ہوتا ہے۔ روپیہ تو آریوں اور عیسائیوں کی انجمنیں بلکہ دہریوں کی انجمنیں بھی جمع کر لیتی ہیں۔ اگر کسی نبی یا اس کے خلیفہ کا کام بھی یہی کام ہو تو نعوذ باللہ یہ سخت ہتک اور بے ادبی ہے اس نبی اور خلیفہ کی۔

یہ سچ ہے کہ ان مقاصد اور اغراض کی تکمیل کے لئے جو اس کے سپرد ہوتے ہیں اس کو بھی روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بھی مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کہتا ہے مگر اس سے اس کی غرض روپیہ جمع کرنا نہیں بلکہ اس رنگ میں بھی اس کی غرض وہی تکمیل اور تزکیہ ہوتی ہے اور پھر بھی اس غرض کے لئے اس کی قائمقام ایک انجمن یا شوریٰ ہوتی ہے جو انتظام کرے میں پھر کہتا ہوں کہ خلیفہ کا کام روپیہ جمع کرنا نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کے اغراض و مقاصد کا دائرہ کسی مدرسے کے جاری کرنے تک محدود ہوتا ہے یہ کام دنیا کی دوسری قومیں بھی کرتی ہیں۔

خلیفہ کے اس قسم کے کاموں اور دوسری قوموں کے کاموں میں فرق ہوتا ہے وہ ان امور کو بطور مبادی اور اسباب کے اختیار کرتا ہے یا اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ دوسری قومیں اس کو بطور ایک اصل مقصد اور غایت کے اختیار کرتی ہیں۔

حضرت صاحب نے جو مدرسہ بنایا اس کی غرض وہ نہ تھی جو دوسری قوموں کے مدرسوں کی ہے۔ پس یاد رکھو کہ خلیفہ کے جو کام ہوتے ہیں وہ کسی انجمن کے ذریعے نہیں ہو سکتے۔

خلافت کا نظام مذہب کے دائمی نظام کا حصہ ہے

اور

خدا کی ازلی تقدیر کا ایک زبردست کرشمہ

(حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کے قلم سے)

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اصول کے ارشاد فرماتا ہے کہ دنیا میں دو طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں ایک وہ جن کا وجود محض عارضی اور وقتی حالات کا نتیجہ ہوتا ہے اور ان میں بنی نوع انسان کے کسی حصہ کے لئے کوئی حقیقی فائدہ مقصود نہیں ہوتا۔ اور دوسری وہ جو نظام عالم کا حصہ ہوتی ہے۔ اور لوگوں کے لئے ان میں کوئی نہ کوئی فائدہ کا پہلو مقصود ہوتا ہے مقدم الذکر چیزیں دنیا میں جھاگ کی طرح اٹھتی اور جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہے مگر موخر الذکر چیزیں جم کر زندگی گذارتی ہیں اور انہیں دنیا میں قرار حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (سورہ رعد) یعنی جھاگ کی قسم کی چیز تو آناً فاناً گذر کر ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نفع دینے والی چیز جم کر زندگی گذارتی ہے اور دنیا میں قرار حاصل کرتی ہے اس اصل کے ماتحت ہم صحیفۂ قدرت پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ لطیف منظر نظر آتا ہے کہ جو چیز بھی دنیا کے لئے کسی نہ کسی جہت سے مفید ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قائم رہنے کیلئے کوئی نہ کوئی انتظام کر رکھا ہے حتیٰ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ جانوروں اور حقیر سے حقیر جڑی بوٹیوں کی بقائے نسل کا انتظام بھی موجود ہے۔ اور قدرت کا مخفی مگر زبردست ہاتھ انہیں مٹنے اور ناپید ہو جانے سے بچائے ہوئے ہے اور صحیفۂ قدرت کے زیادہ گہرے مطالعہ سے یہ بات بھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ جتنی کوئی چیز بنی نوع انسان کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ اتنا ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا انتظام زیادہ پختہ اور زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ بھی اسی اصل کے ماتحت ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورہ حجر) یعنی چونکہ قرآنی الہام ایک ہمیشہ کی یادگار قرار دیا گیا ہے اور خدا کا یہ منشاء ہے کہ اب وہ قیامت تک لوگوں کے بیدار کرنے کے ذریعہ رہے اس لئے خدا خود اس کا محافظ ہوگا اور ہمیشہ ایسے سامان پیدا کرتا رہے گا۔ جو اسے ظاہری اور معنوی ہر دو لحاظ سے محفوظ رکھیں گے۔ گویا قرآنی حفاظت کی وجہ ذکر کے چھوٹے سے لفظ میں مرکوز کر دی گئی ہے۔

یہی حال نبوت کا ہے جب اللہ تعالیٰ دنیا کو کسی عظیم الشان فتنہ و فساد میں مبتلا دیکھ کر اس کی اصلاح کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کسی شخص کو اپنی طرف سے رسول یا نبی بنا کر مبعوث کرتا ہے مگر نبی بہر حال ایک انسان ہوتا ہے اور لوازمات بشری کے ماتحت اس کی زندگی چند گنتی کے سالوں سے زیادہ وفا نہیں کر سکتی۔ اس صورت میں یہ ضروری ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس نبی کے مشن کو کامیاب بنانے اور انتہا تک پہنچانے کے لئے اس کی وفات کے بعد بھی کوئی ایسا انتظام کرے جس کے ذریعہ نبی کا بویا ہوا بیج اپنے کمال کو پہنچ سکے اور وہ اصلاح جو اللہ تعالیٰ

نبی کی بعثت سے پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دنیا میں قائم اور راسخ ہو جائے۔ یہ خدائی نظام جسے گویا نبوت کا تتمہ کہنا چاہیئے خلافت کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ہر عظیم الشان نبی کے بعد اس کے کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے خلفاء کا سلسلہ قائم فرماتا ہے یہ خلفاء بالعموم خود نبی یا مامور نہیں ہوتے مگر نبی کے تربیت یافتہ اور اس کے خداداد مشن کو سمجھنے والے اور اسے چلانے کی اہلیت رکھنے والے ہوتے ہیں اور گو وہ خدا کی وحی کے ساتھ کھڑے نہیں ہوتے مگر خدا تعالیٰ اپنی تقدیر خاص کے ماتحت ایسا تصرف فرماتا ہے کہ نبی کے گذر جانے کے بعد وہی لوگ مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہیں جنہیں خدا اس کام کے لئے پسند فرماتا ہے گویا خدا تعالیٰ کے مخفی تار مومنوں کے قلوب پر متصرف ہو کر انہیں خود بخود خلافت کے اہل شخص کی طرف پھیر دیتی ہے اسی لئے، باوجود اس کے کہ ایک غیر مامور خلیفہ لوگوں کا منتخب شدہ ہوتا ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے اور قرآن اس حقیقت کو صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ بظاہر یہ ایک متضاد سی بات نظر آتی ہے کہ ایسا شخص جو لوگوں کی کثرت رائے یا اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب ہو اس کے تقرر یا انتخاب کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے۔ مگر حق یہی ہے کہ باوجود ظاہری انتخاب کے ہر سچے خلیفہ کے انتخاب میں دراصل خدا کا مخفی ہاتھ کام کرتا ہے اور صرف وہی شخص خلیفہ بنتا ہے اور بن سکتا ہے۔ جسے خدا کی ازلی تقدیر اس کام کے لئے پسند کرتی ہے اور اس کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ مسند خلافت پر قدم رکھنے کی جرأت کر سکے۔ یہی گہری صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں مخفی ہے جو آپ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت ابوبکر کے متعلق فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

اردت ان ارسل الی ابی بکر حتی اکتب کتابا فاعھد ان یتمنی المتمنون ویقول قائل انی اولی ثم قلت یأبی اللہ ویدفع المومنون او یدفع اللہ ویأبی المومنون (بخاری کتاب الاحکام)

"یعنی میں ابوبکر کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنا چاہتا تھا مگر پھر میں نے خیال کیا کہ یہ خدا کا کام ہے۔ خدا ابوبکر کے سوا کسی کو خلیفہ نہیں بننے دیگا۔ اور نہ ہی خدائی مشیت کے ماتحت مومنوں کی جماعت ابوبکر کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی ہو گی۔

اللہ! اللہ!! اس چھوٹے سے فقرہ میں خلافت کا کتنا وسیع مضمون ودیعت کر دیا گیا ہے آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ بیشک میرے بعد بظاہر مسلمانوں کی کثرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کریگی مگر دراصل اس رائے کے پیچھے خدائے قدیر کی ازلی تقدیر کام کر رہی ہو گی۔ اور وہی ہوگا جو خدا کا منشاء ہوگا۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور باوجود اس کے کہ اندرونی طور پر انصار نے اپنے میں سے کسی اور شخص کو کھڑا کرنا چاہا اور بیرونی طور پر عرب کے بدوی قبائل نے باغی ہو کر خلافت کے نظام کو ہی ملیا میٹ کر دینے کی تدبیر کی۔ مگر چونکہ ابوبکر خدا کا مقرر کردہ خلیفہ تھا۔ اس لئے اس کے اتباع کی قلت اس کے مخالفین کی کثرت کو اس طرح کھا گئی جس طرح سمندر کا پانی اپنے اوپر کی جھاگ کو کھا جاتا ہے۔

پھر جو الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمائے کہ:۔

"خدا تمہیں ایک قمیص پہنائیگا اور لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم اسے نہ اتارنا" (ترمذی)

وہ بھی اسی قدیم سنت الٰہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ دراصل خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور انتخاب کرنے والے لوگ صرف ایک پردہ کا کام دیتے ہیں اور ایک آلہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے

جیسے خدا اپنی تقدیر کو جاری کرنے کے لئے اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے
ان الفاظ پر غور کرو کہ وہ کیسے پیارے اور کیسے دانائی سے معمور
ہیں۔ آنحضرت صلعم خلیفہ بنانے کے فعل کو خدا کی طرف منسوب
فرماتے ہیں۔ اور خلافت سے معزول کرنے کی کوشش کو لوگوں
کی طرف نسبت دیتے ہیں گویا جو صورت بظاہر نظر آتی ہے اسکے
بالکل برعکس ارشاد فرماتے ہیں۔ خلافت کے انتخاب میں بظاہر
نظر آنے والی صورت یہ ہے کہ لوگ بظاہر خلیفہ کو منتخب کرتے
ہیں اور خدا بظاہر لا تعلق ہوتا ہے لیکن باوجود اس کے
آنحضرت صلعم ارشاد یہ فرماتے ہیں۔ خلیفہ بناتا ہے خدا ہے
ہاں مفسد لوگ بعض اوقات خدا کے بنائے ہوئے خلفاء
کو معزول کرنے کی کوشش ضرور کیا کرتے ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان
نکتہ ہے جسے سمجھنے کے بعد کوئی شخص خدا کے فضل سے مسئلہ
خلافت کے تعلق میں ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ لیکن چونکہ دنیا
کا ہر نظام وقتی ہے۔ اور عموماً دوروں میں تقسیم شدہ
ہوتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں
کو ہوشیار اور چوکس رکھنے کے لئے یہ ارشاد بھی فرما دیا
کہ میرے بعد متصل اور مسلسل طور پر خلافت حقہ کا دور صرف
صرف تیس سال تک چلیگا جس کے بعد غاصب لوگ
ملوکیت کا رنگ اختیار کر لیں گے۔ اور اس کے بعد جب
حالات اور ضرورت زمانہ روحانی خلافت کے دور آتے
رہیں گے۔ حتیٰ کہ بالآخر مسیح و مہدی کے نزول کے بعد پھر
منہاج نبوت پر ظاہری خلافت کی صورت قائم ہو جائیگی
(مسند احمد جلد ۵ عن ابی عبدالرحمٰن ابو حذیفہ و مشکوٰۃ باب الانذار)

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کا حصہ اور
تتمہ ہے اور نبوت کی خدمت اور تکمیل کے لئے قائم کیا جاتا
ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق قرآن شریف کی
آیات استخلاف میں ایسی علامات مقرر فرما دی ہیں جو
سچی خلافت کو جھوٹی خلافت سے روز روشن کی طرح ممتاز
کر دیتی ہے فرماتا ہے :-

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط
يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ
بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ" (سورۃ نور)

یعنی خدا تعالیٰ کا یہ پختہ وعدہ ہے کہ وہ عمل صالح بجالانے والے
مومنوں میں سے ملک میں خلفاء مقرر کرے گا۔ (یہ مطلب
نہیں کہ جو مومن بھی عمل صالح کرنے والا ہوگا وہ ضرور خلیفہ
بنے گا۔ بلکہ اس میں اشارہ یہ ہے کہ جو خلیفہ ہوگا وہ ضرور
مومن اور عمل صالح بجالانے والا ہوگا) یہ خلفاء اسی سنت
کے مطابق مقرر کئے جائیں گے۔ جس طرح پہلی امتوں میں
مقرر کئے گئے اور خدا تعالیٰ اس دین کو جو اس نے ان
کے لئے پسند فرمایا ہے ان کے ذریعہ سے دنیا میں مضبوطی سے
قائم فرما دے گا۔ (اور چونکہ ہر تغیر کے وقت ایک خوف
کی حالت پیدا ہوا کرتی ہے) اللہ تعالیٰ ان کی خوف
کی حالت کو اپنے فضل سے بدل دیگا۔ یہ لوگ میرے
سچے پرستار رہیں گے۔ اور میرے سوا کسی معبود کے
سامنے (خواہ وہ مخفی ہو یا ظاہر) گردن نہیں جھکائیں گے
اور جو شخص ایسی نصرت و تائید کو دیکھتے ہوئے بھی اس
نظام خلافت سے سرکشی اختیار کرے گا۔ وہ یقیناً خدا
کا مجرم اور فاسق سمجھا جائے گا۔

یہ آیت کریمہ جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
صراحت کے ساتھ خلافت کے نظام سے متعلق قرار دیا ہے
اپنے مختصر الفاظ میں ایک نہایت وسیع مضمون کو لئے
ہوئے ہے۔ اور اس نقشہ کی بہترین تصویر ہے جو کم و
بیش ہر سچی خلافت کے قیام کے وقت دنیا کے سامنے آتا ہے

ہر نبی یا خلیفہ کی وفات ایک عظیم الشان زلزلہ کا رنگ رکھتی ہے اور ہر بعد میں آنیوالا خلیفہ ایسے حالات میں مسند خلافت پر قدم رکھتا ہے کہ جب لوگوں کے دل سہمے ہوئے اور خوف زدہ ہوتے ہیں کہ اب کیا ہوگا مگر پھر لوگوں کو دیکھتے دیکھتے خدا اس آیت کریمہ کے وعدہ کے مطابق اپنی تقدیر کی مخفی تاروں کو کھینچنا شروع کرتا ہے اور خوف کے دنوں کو امن سے بدل کر آہستہ آہستہ جماعت کو کمزوری سے مضبوطی کی طرف یا مضبوط حالت سے مضبوط تر حالت کی طرف اٹھانا شروع کر دیتا ہے اور یہ خلفاء اپنی دینی حالت اور دینی خدمت سے اس بات پر مہر لگا دیتے ہیں کہ خدا کی محبت اور خدا کی نصرت کا ہاتھ ان کے ساتھ ہے اور یہ سلسلہ اپنی ظاہری صورت میں اسوقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ خدا کے علم میں نبی کے لائے ہوئے دین کے استحکام اور اس کے مشن کی تکمیل اور مضبوطی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر اشارہ کیا ہے یہ خلافت کا نظام جو دراصل نبوت کا حصہ اور تتمہ ہے ہر عظیم الشان نبی کے زمانہ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی کام کی تکمیل کے لئے حضرت یوشع خلیفہ ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پطرس خلیفہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور چونکہ آنحضرت صلعم کا مشن سارے نبیوں سے زیادہ عظیم الشان اور زیادہ وسیع تھا۔ اس لئے آپ کے بعد خلافت کا نظام بھی سب سے زیادہ نمایاں اور شاندار صورت میں ظہور پذیر ہوا جس کی تیز کرنیں آج تک دنیا کو خیرہ کر رہی ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر نبوت کے ساتھ خلافت کا نظام شامل نہ ہو تو نعوذ باللہ خدا پر ایک خطرناک الزام عائد ہوتا ہے کہ اس نے دنیا میں ایک اصلاح پیدا کرنی چاہی مگر پھر اس اصلاح کے لئے ایک فرد واحد کو چند سال زندگی دیکر وفات دیدی اور اس اصلاحی نظام کو اپنے ہاتھ سے ملیامیٹ کر دیا۔ گویا یہ ایک بلبلہ تھا جو سمندر کی سطح پر ظاہر ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے مٹ کر پانی کی مہیب لہروں میں غائب ہو گیا۔ سبحان اللہ ما قدسہ واللہ حق قدسہ ہمارا حکیم و علیم خدا تو وہ خدا ہے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ نفع دینے والی چیز کو بھی دنیا میں قائم رکھتا ہے اور اس کے قیام کا سامان مہیا کرتا ہے چہ جائیکہ نبوت جیسے جوہر اور ایک مامور کی الٰہی اصلاح کو ایک ہوا کے اڑتے ہوئے جھونکے کی طرح باغ عالم میں لائے اور پھر لوگوں کے دیکھتے دیکھتے اسے انکی نظروں سے غائب کر دے اور اس کے روح پرور اثر اور حیات افزا تاثیر کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی انتظام نہ فرمائے یقیناً یہ منظر ایک کھیل سے زیادہ نہیں اور کھیل کھیلنا شیطان کا کام ہے خدا کا نہیں۔ خدا جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کام کی اہمیت اور وسعت کے مطابق حال اس کے لئے سامان بھی مہیا فرماتا ہے اور اس کام کے دائیں اور بائیں اور اوپر اور نیچے کو ایسی آہنی سلاخوں سے مضبوط کر دیتا ہے کہ پھر جب تک اس کا منشاء ہو کوئی چیز اسے اسکی جگہ سے ہلا نہیں سکتی اس لئے خدا کی یہ سنت ہے کہ خاص خاص انبیاء کے صرف بعد ہی ان کے مشن کی مضبوطی اور استحکام کے لئے خلافت کا نظام قائم نہیں فرماتا بلکہ انکی بعثت سے پہلے بھی ان کے لئے رستہ صاف کرنے کی غرض سے بعض لوگوں کو بطور ارہاص یعنے آنے والی منزل کی علامت کے طور پر مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کی توجہ کو آنے والے مصلح کی مشن کی طرف پھیرنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت یحیٰی بطور ارہاص مبعوث ہوئے اور آنحضرت صلعم سے پہلے متعدد لوگ جو حنفاء کہلاتے تھے توحید کے ابتدائی جھونکے بن کر ظاہر ہوئے اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سے پہلے سید احمدؒ صاحب بریلوی سوئے ہوئے لوگوں کی بیدار
کا ذریعہ بن کر آئے۔ کیا ایسے حکیم و دانا خدا سے یہ توقع کیجا سکتی
ہے کہ وہ نبی کی چند سالہ زندگی کے بعد اس کے لائے ہوئے
مشن کو بغیر کسی انتظام کے چھوڑ سکتا ہے اور اس بڑھیا کی مثال
بن جاتا ہے جو اپنی محنت سے کاتے ہوئے دھاگے کو اپنے ہاتھ
سے تباہ و برباد کر دیتی ہے میں پھر کہوں گا۔ سبحان اللہ ما

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی چونکہ دنیا میں ایک عظیم الشان
مشن لے کر مبعوث ہوئے تھے اور اپنے مقام کے لحاظ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل و بروز کامل تھے حتیٰ کہ آپؐ نے ان کے
مقام اور کام کے پیش نظر فرمایا یُدْفَنُ مَعِی فِی قَبْرِی
یعنی مسیح موعود میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا یعنی آخرت
میں اسے میری معیت حاصل ہوگی۔ اور اسے میرے ساتھ
رکھا جائیگا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپکی خداداد مشن
کی تکمیل کے لئے بھی آپ کے بعد خلافت کا نظام قائم ہو
چنانچہ آپؑ نے اپنی کتب اور ملفوظات میں متعدد جگہ اس
نظام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بلکہ آپ کے بہت سے الہامات
میں بھی اس نظام کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں
مگر میں اس جگہ اختصار کے خیال سے صرف ایک حوالہ
پر اکتفا کرتا ہوں اور یہ وہ عبارت ہے جو آپ نے اپنے
زمانہ وفات کو قریب محسوس کر کے اپنے متبعین کے لئے
بطور وصیت تحریر کی۔ آپ فرماتے ہیں :-

خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے ...... وہ اس سلسلہ کو پوری
ترقی دے گا۔ کچھ میری ہاتھ سے کچھ میرے بعد۔ یہ خدا تعالیٰ
کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین
میں پیدا کیا۔ ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے
کہ وہ اپنے نبیوں کی اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور
انکو غلبہ دیتا ہے ...... اور جس راستبازی کو وہ
دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے
کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے
نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر
ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے ......
ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے
اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو
کسی قدر نا کام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔
غرض وہ دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔
(۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ
دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی
کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے ...
خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر
کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے
پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس
معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے
وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے
بادیہ نشین مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے
دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت
ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت
کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوئے
تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا
کہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ یعنی خوف کے
کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے ...... ایسا ہی
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا ....
ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا
... سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ

خداتعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی
خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ
اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات
سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی (یعنی میری وفات کے
قریب ہونے کی خبر) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان
نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا
بھی ضروری ہے۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ
میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے
بعد بعض اور وجود ہوں گے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر
ہوں گے" رسالہ الوصیت

یہ عبارت جس صراحت اور تعیین کے ساتھ نظام خلافت
کی طرف اشارہ کر رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں اور یہ عبارت
بطور وصیت کے لکھی گئی۔ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
خدا سے قرب وفات کی پا کر اپنے بعد کے نظام کے بارے میں
اپنی جماعت کو آخری نصیحت فرمائی اور ہر عقل مند غیر متعصب
شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ اس عبارت سے مندرجہ
ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

اول۔ خدا تعالیٰ انبیاء کے کام کی تکمیل کے لئے
دو قسم کی قدرت ظاہر فرماتا ہے ایک خود نبیوں کے زمانہ میں
اور دوسری انکی وفات کے بعد تاکہ انکے مشن اور انکی جماعت
کو ایک لمبے عرصہ تک اپنی خاص نگرانی میں رکھ کر ترقی دے
اور تکمیل تک پہنچائے۔

دوم۔ دوسری قدرت خلافت کی صورت میں ظاہر ہوتی
ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے
وجود میں ظاہر ہوئی۔

سوم۔ یہ خلافت کا نظام جو نبوت کے نظام کا حصہ اور
تتمہ ہے۔ خدائی سنت کا رنگ رکھتا ہے اور ہر نبی کے زمانہ
میں قائم ہوتا رہا ہے۔

چہارم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی اسی رنگ
میں قدرت ثانیہ کا ظہور مقدر تھا کیونکہ جیسا کہ آپ خدا کی
خود ایک مجسم قدرت تھے۔ آپ کے بعد بعض اور وجودوں
نے دوسری قدرت کا مظہر ہونا تھا۔ اور ان وجودوں نے
حضرت ابوبکر کے رنگ میں ظاہر ہونا تھا۔

پنجم۔ نبی کے بعد آنے والے خلفاء خواہ بظاہر صورت
لوگوں کے انتخاب سے مقرر ہوں مگر دراصل ان کے تقرر
میں خدا کا ہاتھ کام کرتا ہے۔ اور بحقیقت خلیفہ خدا ہی بناتا ہے

ششم۔ سورۃ نور کی آیت استخلاف نظام خلافت سے
تعلق رکھتی ہے اور حضرت ابوبکر کی خلافت اسی آیت کے ماتحت تھی
اور حضرت مسیح موعود کے بعد کی خلافت بھی اسی آیت کے ماتحت ہونی تھی

یہ وہ چھ باتیں ہیں جو اوپر کے حوالہ سے یقینی اور قطعی طور پر
ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہ استدلال ایسا واضح اور بین ہے کہ
کوئی عقلمند غیر متعصب شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا
اور یہ حوالہ بھی جیسا کہ اس کے حالات اور سیاق سباق اور
الفاظ اور اسلوب بیان سے ظاہر ہے محکمات کا رنگ رکھتا
ہے اس کے مقابلہ پر ان متشابہات کو پیش کرنا جو بعض مخصوص
کاموں کے تعلق میں مخصوص حالات اور مخصوص ماحول میں
انجمن کے بارے میں لکھی گئی ہیں ایک شرارت یا دیوانگی
کے فعل سے زیادہ نہیں اور اگر یہ دیوانگی نہیں تو نعوذ باللہ
ثم نعوذ باللہ خدا کا مقرر کردہ مسیح دیوانہ ہے کہ ایکطرف تو
اپنے مشن کی تکمیل اور اپنے وفات کے بعد کے نظام کے
متعلق خدائی سنت کے ماتحت دو قدرتوں کے ظہور کا ذکر
کیا اور مثال دیکر بتایا کہ دوسری قدرت ابوبکر صدیقؓ
کے رنگ میں ظاہر ہوا کرتی ہے اور پھر یہاں تک صراحت کی
کہ میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور
وجود ہوں گے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے" لیکن عین
اسکے ساتھ اور پہلو بہ پہلو سارے ارشادات کو بھول کر

بھول کر اور بالائے طاق رکھ کر انجمن کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے
چلدیے۔ حالانکہ انجمن آپکی زندگی میں ہی قائم ہوگئی تھی اور
اس کی "جانشینی" جن معنوں میں بھی وہ تھی خود آپکی موجودگی
میں شروع ہو چکی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اس
مجنونانہ تضاد کو منسوب کرنا اہل پیغام کو مبارک ہو ہم خوش
ہیں کہ ہمارا دامن اس دیوانگی کے داغ سے پاک ہے کاش یہ
لوگ صرف اس بات پر غور کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے جہاں بھی اپنے خداداد مشن کی تکمیل اور سلسلہ اور جماعت
کے کام کو سنبھالنے اور چلانے کا ذکر کیا ہے وہاں کسی جگہ انجمن
کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف خلافت کا ذکر کیا ہے اور دو قدرتوں
کے اصول کو بیان کر کے اور مثال دیکر واضح کیا ہے۔ کہ اس کام
کے لئے خدا نے ایسا ہی نظام مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت
ابوبکر کے وقت میں ظاہر ہوا تھا۔ اور یہ کہ یہ خدا کی ایک سنت
ہے۔ جو تمام نبیوں کے وقت میں ظاہر ہوتی رہی ہے۔ اور
کبھی بدل نہیں سکتی وہ اس کے مقابل پر انجمن کا ذکر صرف
بعض ماتحت کاموں کے تعلق میں آیا ہے اور اس کے ساتھ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ واضح شرط اور حد بندی
لگادی ہے کہ اس انجمن کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ "حسب ہدایات
سلسلہ احمدیہ" اپنا کام سرانجام دے (رسالہ الوصیت)
یعنی خدا کے مقرر کردہ خلیفوں اور قدرت ثانیہ کے مظہر کی نگرانی
میں کام کرے کیا ان تصریحات میں ہمارے بچھڑے ہوئے
بھائیوں کے لئے کوئی سامان ہدایت نہیں؟ افسوس صد
افسوس فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب
التی فی الصدور

اور پھر ہمارے قادر و متصرف خدا نے خلافت کے
سوال کو صرف لفظی اور قولی تصریح تک ہی نہیں چھوڑا بلکہ
اپنے زبردست فعل کے ساتھ اس پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی
ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت میں
جو سب سے پہلے اجماع ہوا وہ خلافت کے متعلق ہی تھا۔ اور
یہ اجماع بھی خدا نے ان لوگوں کے ہاتھ سے کروایا جو اب خلافت
کے منکر ہو کر انجمن کا راگ الاپ رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جناب خواجہ کمال الدین
صاحب نے جو اس وقت صدر انجمن احمدیہ کے سکرٹری تھے
انجمن کی طرف سے حسب ذیل اعلان شائع کیا۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے
سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب
مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت
مسیح موعود باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں
موجود تھی جسکی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب
حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ
کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت
کی" (اعلان مندرجہ الحکم بابتہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء و بدر مورخہ ۲ جون ۱۹۰۸ء)

یہ وہ پہلا اجماع ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات
کے بعد جماعت میں ہوا۔ جسمیں صدر انجمن احمدیہ کے ممبر (یہاں
وہی انجمن جو اب خلیفہ کی قائمقام بتائی جاتی ہے) اور تمام
حاضر الوقت جماعت کے افراد شریک اور متفق تھے۔ پس
نہ صرف خدا کے قول نے بلکہ اس کے زبردست فعل نے بھی
خلافت کے حق میں مہر تصدیق ثبت کی ہے اور اب کون ہے
جو اس مہر کو توڑ سکتا ہے۔

یہ خیال کہ یہ زمانہ جمہوریت کا ہے اور اب شخصی خلافت
کی بجائے انجمن کا نظام ہونا چاہئے ایک بے وقوفی کا خیال
ہے کیونکہ اول تو اس نظام کی ذمہ داری خدا پر ہے نہ کہ
ہم پر یا کسی اور پر اور خدا نے جس طرح پسند کیا۔ اور بہتر سمجھا
اسے قائم فرما دیا۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ
یُسْئَلُوْنَ۔ علاوہ ازیں کیا خدا نے اس زمانہ میں نبوت
کے نظام کو بدل دیا ہے۔ کہ خلافت کے نظام کو بدلنے کی

ضرورت پیش آئے؟ اگر اس جمہوری زمانے میں بھی خدا نے ماموریت کا جامعہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے اور اس کی جگہ کسی انجمن کو مامور بنا کر نہیں بھیجا تو خلافت جو اسی نظام کی فرع ہے کس طرح بدل سکتی ہے؟ ہاں غور کرو تو اسلامی خلافت میں ایک جھلک جمہوریت کی موجود ہے یعنی اول تو خلیفہ بظاہر جماعت کے انتخاب سے مقرر ہوتا ہے دوسرے اس کے لئے حکم ہے کہ جماعت کے اہم معاملات میں جماعت کا مشورہ لیتا رہے اور حتی الوسع اس مشورہ کا احترام کرے گو اس کا توکل صرف خدا پر ہونا چاہئے۔ اور اسے کسی مشورہ کا پابند قرار دینا توکل کے مقام کے منافی ہے افسوس ہے کہ معترضین نے یہ بھی نہیں سوچا کہ خلافت محض ایک انتظامی منصب نہیں ہے۔ بلکہ خلیفہ نے جماعت کے لئے علیکم بسنتی وسنت وسنة الخلفاء الراشدین والمهدیین کے ارشاد کے ماتحت نمونہ بھی بننا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ عقیدت کا اخلاق اور محبت کے جذبات کا تعلق بھی ضروری ہے۔ پس خواہ زمانہ کوئی ہو خلافت بہر حال شخصی رہے گی۔ کاش ہمارے دوست اس نکتہ کو سمجھیں۔

مخصوص طور پر خلافت ثانیہ کے متعلق صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ اسے آیت استخلاف کے ماتحت خدا کی فعلی شہادت سے پرکھو اور پھر دیکھو کہ اس کے اندر وہ علامات پائی جاتی ہیں یا نہیں جو خدا نے سچے خلیفوں کے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ کیا خدا نے اپنی زبردست قدرت کے ساتھ اس کے خوف کو امن سے نہیں بدلا؟ کیا خدا نے اس کے ذریعہ جماعت کو تمکنت اور استحکام عطا نہیں فرمایا کیا اس کے ساتھ ہر قدم خدا کی نصرت کا ہاتھ نظر نہیں آتا یہ ہمارا خلیفہ ایک بلند اور مستحکم مینار کی طرح خدا کی توحید کا علمبردار نہیں ہے؟ اگر یہ سب کچھ ہے اور یقیناً ہے تو اپنے پاک مسیحؑ کے اس پاک قول کو یاد کرو کہ ہمارے خدا کے کاموں کی یہ علامت یہ ہے کہ:۔ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

تم ہزار دلیلیں دو ہزار سر پٹکو خدائی تقدیر اپنا کام کر چکی ہے اور اب کسی باپ کے بیٹے میں اس کے بدلنے کی طاقت نہیں۔ درخت ہمیشہ اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور خلافت اور انجمن کا پھل تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب اس کے سوا ہم تمہیں کیا کہیں کہ:۔

قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا۔ فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

خاکسار راقم آثم مرزا بشیر احمد قادیان ۱۴؍۳؍۴۴

میری نئی تالیف

میری تالیفات کے سلسلہ میں کتاب الاخلاق والاداب کا پہلا حصہ شائع ہو گیا اس حصہ میں میں نے اسلامی آداب کو قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں حضور کے اسوہ حسنہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب انشاء اللہ العزیز ایک مفید اور بابرکت ہوگی۔ اور انسان کو انسانیت کے آداب سکھائیگی۔ اور اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس شان کو نمایاں کریگی جو بحیثیت ایک مودب کے آپکو حاصل ہے یہ کتاب دراصل ایک قسم کی اسلامی ایٹی کیٹ ہے۔ یہ کتاب تعلیم و تربیت کے شعبہ تربیت کیلئے ہر گھر میں ہونی چاہئے۔ اور زندگی کے دستور العمل کو اس سانچہ میں ڈھالنا بابرکت ہوگا پاکستان کے احباب دفتر الحکم عیدگاہ روڈ کراچی ۵ کے پتے پر درخواستیں بھیجدیں تاکہ انکے نام درج رجسٹر کر لئے جائیں اور ہندوستان کے احباب عرفانی الکبیر الہ دین بلڈنگ سکندرآباد کے پتے پر۔ جماعت کے سکرٹریان تعلیم و تربیت خدام الاحمدیہ کے قائدین اور اطفال کے نگران انصار خصوصاً توجہ کریں۔ قیمت ہندوستان و پاکستان علاوہ محصولڈاک

عرفانی الکبیر

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سیرۃ کا ایک ورق

انکی اپنی زبان و قلم سے

نوشتہ حضرت عرفانی الکبیر

تمہیدی نوٹ یوں تو مجھے ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سوانح اور سیرۃ بھی لکھوں اور عزیز مکرم شیخ محمود احمدؐ عرفانی مرحوم نے اپنے پہلے قیام مصر میں اپنے آقا کی سوانح عمری لکھ کر مجھے بھیجدی تھی۔ لیکن ۱۹۳۱ء کے اواخر میں حضرت مولوی شیر علی صاحب نے کسی تحریک پر مجھے حضرت کی سوانح لکھنے کے لئے تحریک کی۔ اس سے میرے پہلے عزم میں اور تقویت ہوگئی۔ اپریل ۱۹۳۲ء میں مجھے اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں سکندر آباد دکن آنا پڑا۔ اور غیر متوقع طور پر میرا یہ قیام لمبا ہوگیا۔ اس وقت اور کوئی شغل زیر نظر نہ تھا۔ میں نے چاہا کہ حیات محمود اور سیرت محمود کو لکھوں۔ مگر افسوس ہے اس کے لئے مجھے جس مسواد کی ضرورت تھی وہ مجھے یہاں میسر نہ آیا۔ البتہ مطالعہ کتب کے سلسلہ میں میری توجہ ایک خاص امر کی طرف خود بخود مبذول ہوگئی۔ کہ جبتک میں اپنی مجوزہ صورت میں حیات محمود کو مرتب کروں۔ یہ بہتر ہے کہ حضرت کے سوانح حیات آپ ہی کے الفاظ میں جمع کر دوں۔ اور یہ ایک رنگ میں اس مکمل حیات محمود کے لئے بطور دیباچہ اور اساس کے ہوگی۔ دوسرے چیزے از خود بجو کہ رنگین تر آید کا مصداق ہوگی یہ تالیف کبھی بھی میرے زیر نظر نہ تھی۔ لیکن یکایک طبیعت کا اس طرف متوجہ ہو جانا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک خدائی تحریک ہے۔

میں نے اس تالیف میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حالات کو آپ ہی کے الفاظ میں دیدیا ہے کسی کسی مقام پر جہاں اپنی طبیعت کو کسی نوٹ کے لکھنے میں بے قابو پایا اپنا نوٹ بھی دیدیا ہے۔ اس سے مقصد صرف مزید صراحت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اپنا بیان اپنے سوانح کے اظہار میں ایسا۔ صاف سلیس اور خالی از تکلف و بناوٹ ہے کہ ہر شخص جو اپنے پہلو میں قلب سلیم رکھتا ہے۔ اس کو پڑھ کر یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ شخص سعادت اور نیکی کے اس اعلیٰ مقام پر کھڑا ہے جس کا تصرف ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اور فی الواقع خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اسے اسی طرح ممسوح کیا ہے۔ جیسا کہ اس کی پیدائش سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت

دی تھی۔ میں اپنی خوش بختی پر نازاں ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے پہلے اس کی توفیق دی۔ کہ میں آپکی حیات طیبہ کے ان اوراق کی اشاعت کرتا ہوں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

عرفانی

پیدائش و بیعت ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوا ۱۸۹۸ء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو بوجہ احمدیت کی پیدائش کے میں پیدائش سے ہی احمدی تھا۔ مگر یہ بیعت گویا میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا کرنے کی علامت تھی۔

احکام اسلامی کی طرف تحریک ۱۹۰۰ء میرے قلب کو اسلامی احکام کیطرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔

۱۹۰۰ء کا قابل یادگار سال اس میں ۱۱ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا جبہ لایا تھا۔ یہ جبہ جا زرد کا تھا (عرفانی) میں نے آپ سے وہ جبہ لے لیا تھا۔ کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے اس کا رنگ اور نقش مجھے پسند تھے۔ میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے لٹکتے رہتے۔ جب میں گیارہ سال کا ہوا اور ۱۹۰۰ء نے دنیا میں قدم رکھا تو

خدا تعالیٰ پر ایمان کیونکر پیدا ہوا میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی۔ جس طرح ایک بچے کو اسکی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا

اس حالت کی دعا میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا۔ کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو اس وقت میں گیارہ سال کا تھا آج ۱۹۲۲ء (عرفانی) میں تینتیس سال کا ہوں۔ مگر آج اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کوئی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا۔ اب مجھے زائد تجربہ ہے اب میں اس میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ **خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔**

نماز کے متعلق گیارہ سالہ زندگی میں عزم جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ اس وجہ سے نہیں کہ خوب صورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہے اور متبرک ہے۔ یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا پہن لیا۔

تب میں نے اس کوٹھڑی کا جس میں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا خوب رویا۔ خوب رویا اور اقرار کیا کہ **اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔**

اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا۔ اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے زمانے کے ابھی باقی تھے۔ میرا وہ عزم

میرے آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔

رونے کا نامعلوم باعث

مجھے نہیں معلوم میں کیوں رویا فلسفی کہے گا اعصابی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ مذہبی کہے گا۔ تقویٰ کا جذبہ تھا۔ مگر میں جس سے یہ واقعہ گذرا کہتا ہوں مجھے معلوم نہیں میں کیوں رویا؟ ہاں یہ یاد ہے کہ میں اس وقت اس امر کا اقرار کرتا تھا۔ کہ پھر کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا اور وہ رونا کیسا بابرکت ہوا۔ وہ اندر کی کیسی راحت بن گئی جب اس کا خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ آنسو ہسٹریا کے دورہ کا نتیجہ نہ تھے۔ پھر وہ کیا تھے میرا خیال ہے۔ وہ شمس روحانی کی گرم کر دینے والی کرنوں کا گرایا ہوا پسینہ تھے۔ وہ مسیح موعود کے کسی فقرہ یا کسی نظر کا نتیجہ تھے۔ اگر یہ نہیں تو پھر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ پھر وہ کیا تھے؟

نوٹ از خاکسار عرفانی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے زندگی کے تغیرات کی یہ ایک مختصر سی کیفیت بیان کی ہے ان تغیرات پر جب ایک شخص خالی الذہن ہو کر غور کرتا ہے تو اسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس ہستی کی تربیت میں کسی انسان کا ہاتھ کام نہیں کرتا بلکہ خود الملک القدوس خدا اپنے نہاں در نہاں ہاتھ کو نمایاں کر رہا ہے آپ نے خدا تعالےٰ کے وجود پر خیالی یا رسمی طور پر ایمان نہیں رکھا بلکہ گیارہ سال کی عمر کا بچہ اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا اپنے نفس سے سوال کر رہا ہے اور سرسری طور پر نہیں رات کے بہت بڑے حصہ تک وہ اسی فکر میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ اور جب تک خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق ایک مسرت بخش اور لذیذ ایمان پیدا نہیں ہو جاتا۔ وہ اسے نہیں کرتا۔ یہ تفصیل نہ خود انہوں نے بیان کی ہے اور نہ اس وقت اسکی حقیقت پر تفصیل سے کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق آپ کے معصوم دل و دماغ میں رات کی ان سنسان گھڑیوں میں ایک عجیب مباحثہ کی کیفیت رہی۔ اور بالآخر قلب میں اس حقیقت کا یقین پلا دیا گیا کہ خدا ہے واقعات کی نوعیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہی وہ تحریک پیدا کی اور آپ ہی اس کی رہنمائی کر کے اپنی ذات اور ہستی کے متعلق ایک بصیرت افروز ایمان پیدا کر دیا نہ صرف یہ کہ اسی وقت آپ کے قلب میں دعا کی کیفیت پیدا کر دی اور آپ نے وہ عظیم الشان دعا کی جس نے ہمیشہ کے لئے شک و شبہات کی تاریکی کو دور کر دیا۔

میرا مقصد اس وقت آپکی سیرت یا سوانح پر کوئی تفصیلی یا تشریحی تبصرہ کرنا نہیں بلکہ صرف ایک قسم کی تحریک پڑھنے والوں کو غور کے لئے کرنا ہے۔

گیارہ برس کے بچے کے یہ تاثرات طبعی نہیں ہو سکتے جب تک خدا کی تجلی اس پر نہ ہو۔ اس لئے اس راز سر بستہ پر جانے کے لئے میں قارئین کرام کو کہوں گا۔ کہ وہ پسر موعود کی پیشگوئی کو پڑھیں۔

اس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس پر ہوگا۔ اس پیشگوئی اور پسر موعود کے متعلق مختلف تحریروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے وحی پاکر جو تصریحات فرمائی ہیں۔ وہ مومن کو ازدیاد ایمان کا زبردست ذریعہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خود اسے اولوالعزم بھی ٹھہرایا ہے اور آپ کی زندگی کا یہ واقعہ اور آپ کے سب سے پہلے عزم کا واقعہ ایک حیرت انگیز اثر اور کیفیت اور حیرت اپنے اندر رکھتا ہے۔ گیارہ سال کے بچے کے وہم میں بھی اس پیشین گوئی کا کوئی اثر نہ تھا۔ مگر اس وقت وہ ایک عزم صمیم کرتا ہے اور ۳۵ سال بعد بھی اس عزم کی عظمت اس کے دل میں ہے دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی

اپنی ہستی کے دلائل خود آپ کو سمجھائے اور ایسے رنگ میں خود شناسائی کی معرفت ایک بصیرت کے ساتھ آپکو حاصل ہو گئی۔ اس بات کا ثبوت کہ خدا تعالیٰ ہی نے آپ یہ علم و معرفت آپ کو عطا کی۔ اس تقریر کو پڑھنے سے ہوتا ہے جو آپ نے سالانہ جلسہ پر خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق فرمائی۔ اس سے پہلے ۱۹۱۳ء میں آپ نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک مضمون بھی شائع کیا تھا مگر وہ دراصل ایک بنیادی چیز تھی۔ جس پر وہ شاندار قصر تیار کر دیا گیا جو سالانہ جلسہ کی تقریر میں موجود ہے اس تقریر کو اس بیان کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ تب معلوم ہو گا کہ وہ انسانی دماغ کا مجرد نسخہ نہیں۔ بلکہ یہ وہ علم ہے۔ جو

خدا تعالیٰ کی رحمت نے بطور بیج کے گیارہ
سال کی عمر میں بخشا اور پھر اس پر وسعت دی

لقمان قرآن کریم میں اولوالعزم محمود ۴ مارچ ۱۹۱۳ء کو عصر کی نماز کے بعد آپ نے سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع پر درس دیا اور فرمایا

یہ رکوع میری زندگی سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ سب سے پہلی تقریر جو میں نے عام مجلس میں کی۔ اسی رکوع کو پڑھ کر اسی مسجد اقصیٰ میں کی تھی۔ اب مسجد وسیع ہو گئی ہے۔ اور اسکی پہلی شکل نہیں رہی۔ لیکن اس وقت میں جہاں کھڑا ہوں عین اس کے سامنے کے دروازہ میں کھڑا ہو کر میں نے تقریر کی تھی اگرچہ اب علم میں بہت ترقی ہو گئی ہے۔ حالات اور افکارات میں بہت تغیر ہو گیا ہے لیکن اب بھی اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلیں۔

اور اگر اب بھی وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے سمجھائی ہیں۔

۱؎ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یہ تقریر ۱۹۰۶ء کے سالانہ جلسہ پر مسجد اقصیٰ میں فرمائی تھی۔ اس تقریر کو اخبار الحکم میں تمام و کمال شائع کیا گیا تھا۔ مکرمی قاضی اکمل صاحب نے اس پر اپنے تاثرات کا جو اظہار کیا تھا وہ الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا یہ واقعہ ہے اور یہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی پہلی پبلک تقریر تھی۔ میں قاضی صاحب کے تاثرات کو یہاں دینا اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ان کو پڑھ کر ایک حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے اور جو لوگ اس تقریر میں نہ تھے وہ اس کیفیت کو الفاظ کے قالب میں محسوس کر سکیں گے قاضی صاحب فرماتے ہیں:۔

برج نبوت کا روشن ستارہ درج رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ ربہ الودود تخت پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ میں ان کی تقریر ایک خاص توجہ سے سنتا رہا کیا بتاؤں فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو اپنے پورے زور سے بہہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی حضور علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے اور اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ مسیحیت مآب کی تربیت کا جوہر کس درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے آپنے روحانی کمالات پر عجیب طرز سے بحث کی اور بتایا کہ انسان جب نماز کو قائم کر لیتا اور شرک سے بکلی مجتنب ہو جاتا ہے تو اسے مامور کیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اس وقت اسکی نہایت سخت مخالفت کی جاتی ہے مگر ارشاد ہوتا ہے کہ صبر و استقامت سے کام لے کیونکہ اولوالعزموں کے یہی کام ہیں پھر صبر کے بعد ایسا زمانہ آتا ہے جبکہ خلائق کا رجوع اسکی طرف ہوتا ہے تو ایسی حالت میں یہ حکم دیا گیا ولا تصعر خدک للناس الخ الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء اسوقت نہ تو بولنے والے کو اور نہ تو ان تاثرات کے منظر کو معلوم تھا کہ آٹھ سال کے بعد ہی اولوالعزم ان آیات کا مصداق ثابت ہو گا اور سولہ برس بعد وہ یہ دعوٰی کریگا کہ یہ رکوع میری زندگی سے خاص تعلق رکھتا ہے اور ۱۹۱۴ء کے بعد جو سلسلہ واقعات کا شروع ہوتا ہے وہ سورۃ لقمان کے اسی رکوع کی واقعاتی زندگی رنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی زندگی کا مرقع ہے (عرفانی)

پہلی تقریر کے وقت کیا حالت تھی

اس وقت مجھ پر ایسی حالت تھی کہ (چھوٹی عمر جو کہ ۲۰ سال کی تھی) کی وجہ سے اور مجمع عام میں پہلی دفعہ بولنے کی وجہ سے میرے اعصاب پر اثر پڑا ہوا تھا کہ مجھے لوگوں کے چہرے نظر نہ آتے تھے اندھیرا معلوم ہوتا تھا۔ اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کہ رہا ہوں بعد میں اخبار میں میں نے تقریر پڑھی تو معلوم ہوا کہ میں نے کیا کہا تھا۔

یہ رکوع تبلیغ کیلئے رہنما ہوا اور عہد زندگی کی تعبیر ثابت ہوا

یہ رکوع میرے لئے موجودہ تبلیغ اسلام کرنے میں نتیجہ کا کام دے گیا اور میں نے اس سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ یہ تو اس کا ذکر ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی اور العہد خلافت خود۔ عرفانی) اس رکوع کا مجھ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن کریم قصہ کہانیوں کی کتاب نہیں تاریخ کی کتاب نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بتانے والی کتاب ہے۔ اس لئے جو بات بھی اس میں، بیان کی گئی ہے۔ وہ قصہ کے طور پر یا تاریخی لحاظ سے بیان نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ اسی رنگ کی بات بعد میں واقع ہوگی۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کا جو واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اس کی یہ غرض نہیں کہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ کو تاریخی طور پر دہرایا جائے بلکہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا اور وہ بھی لا تثریب علیکم الیوم۔ پس قرآن کریم میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ اسی لئے بیان کئے گئے ہیں۔ کہ وہ بعد میں بھی ہونے والے ہیں۔ اس رکوع میں ایک لقمان کا ذکر ہے وہ لقمان کون ہے؟ اگر کوئی غور و فکر سے کام لے۔ اور سیاق و سباق کو دیکھے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ لقمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لقمان کا ایک بیٹا ہوگا اور اس کو مشکلات پیش آئیں گی۔ اور اس رکوع میں اس کو کامیابی کے گر بتائے گئے ہیں۔" اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہے جو ہمارے درمیان ہے متعنا اللہ بطول حیاتہٖ اس کی زندگی کی تفسیر واقعات کی روشنی میں ۱۹۱۴ء کے بعد سے پڑھو تو صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ یہی وہ اولوالعزم ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کیا اور حضرت مسیح موعود پر جو کلام اس کے متعلق نازل فرمایا۔ اس میں اس کا نام اولوالعزم رکھا توحید کا سبق بھی ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں خذ التوحید یا ابنا الفارس پر غور کرنے سے اور بھی لطف آتا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ایک رؤیا شرک سے بچنے کے لئے خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جسے میں اپنی جگہ پر درج کروں گا۔ آپ کے عہد خلافت کی مشکلات کے حل کی بھی کلید ہے۔

تشحیذ الاذہان کا اجرا

۱۹۰۶ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا۔ یہ رسالہ دراصل اس انجمن کا جو اسی نام سے آپ نے قائم کی تھی آرگن تھا۔ اور یہ نام خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھا تھا۔ اس رسالہ کے پہلے نمبر میں آپ نے ۱۴ صفحہ کا ایک بے نظیر انٹروڈکشن لکھا اس وقت آپکی عمر ۱۷ سال سے کچھ زائد تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے۔ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کو پڑھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور مبارک باد دی۔ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو خصوصیت سے اس کے پڑھنے کی ہدایت کی مولوی محمد علی صاحب نے ریویو میں اس پر ریویو کیا۔ اور مضمون کا آخری حصہ درج کر کے انہوں نے خود حضرت اولوالعزم

کے وجود کو بطور صداقت سلسلہ پیش کیا ہے۔ اور لکھا کہ اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی تھی (سترہ سے کچھ زائد عرفانی) اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان لوگوں کے دل میں ہوگا مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اس موقعہ پر نہیں۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ ہر موقعہ پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحاق کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے تو ان میں یہی دعا ہے کہ اے خدا تو ان دونوں اور انکی اولاد کو خادم دین بنا

دین کے کاموں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی کا آغاز کیوں کر ہوا

اس کے بعد ۱۹۰۶ء آیا۔ (سال کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ ۱۹۰۵ء میں جو تغیرات آپ کی زندگی میں ہوئے۔ یہ ان کا بیان ہے۔ اس لئے کہ حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبد الکریم رضی اللہ عنہ ۱۹۰۵ء میں بیمار ہوئے تھے۔ واقعات کا سلسلہ خود بتا رہا ہے۔ کہ ۱۹۰۵ء ہے اور سہواً آپ نے ۱۹۰۶ء لکھا۔ عرفانی) مولوی عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ میری عمر سترہ سال کی تھی۔ (غالباً ۱۶ سال عرفانی) اور ابھی کھیل کود کا زمانہ تھا مولوی صاحب بیمار تھے اور ہم سارا دن کھیل کود میں مشغول تھے ایک دفعہ یخنی لے کر میں مولوی صاحب کے لئے گیا تھا اس کے سوا یاد نہیں کہ کبھی پوچھنے بھی گیا ہوں۔ (یہ آپ کی صداقت اور راست بازی کی ایک بہت ہی واضح مثال ہے آپ نہایت سادگی اور بغیر کسی قسم کے تکلف اور تصنع کے واقعات بیان کر رہے ہیں عرفانی)

اس زمانہ کے خیالات کے مطابق یقین کرتا تھا کہ مولوی صاحب فوت نہیں ہو سکتے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد فوت ہوں گے۔ مولوی عبد الکریم صاحب کی طبیعت تیز تھی۔ ایک دو سبق ان کے پاس الف لیلہ کے پڑھے۔ پھر چھوڑ دئیے۔ اس سے زائد ان سے تعلق نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں اور بایاں فرشتہ

ہاں ان دنوں میں یہ بحثیں[1] خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں.... فرشتہ کونسا ہے اور بایاں فرشتہ کونسا ہے۔ بعض کہتے مولوی عبد الکریم صاحب دائیں ہیں۔ بعض حضرت استاذی المکرم خلیفہ اول کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت نہ تھی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت خلیفہ اول مجھ سے کیا کرتے تھے میں نور الدینوں میں سے تھا۔ ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی دریافت کیا۔ اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی۔

---

[1] یہ بحثیں دو حصوں منقسم تھیں۔ ایک تو وہی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ خاکسار عرفانی بھی اس مقابلہ میں نور الدینی تھا۔ لیکن ایک اور موازنہ بائیں فرشتہ کے متعلق بعض حضرات مولوی عبد الکریم صاحب کو بایاں فرشتہ سمجھتے تھے اور بعض حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کو۔ یہ جماعت بھی ایک خاص رنگ رکھتی تھی۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی زندگی میں تو یہ بھاری انہیں کا تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد یہ خیال مولوی محمد احسن صاحب کی طرف اضطراراً ہو گیا (عرفانی)

15

مولوی صاحب کی وفات آپکی زندگی میں تغیر عظیم کا باعث ہو گئی

غرض مولوی عبدالکریم صاحب سے آپکی زندگی میں کوئی زیادہ تعلق مجھے نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں ان کے پرزور خطبوں کا مداح تھا اور انکی محبت اور انکی محبت مسیح موعودؑ کا معتقد تھا مگر جونہی آپکی وفات کی خبر میں نے سنی میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہو گیا وہ آواز ایک بجلی تھی۔ جو میرے جسم کے اندر سے گذر گئی جس وقت میں نے آپکی وفات کی خبر سنی۔ مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہی دوڑ کر اپنے کمرہ میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر ایک بے جان لاش کی طرح چارپائی پر گر گیا۔ اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ آنسو نہ تھے ایک دریا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی محبت مسیح اور خدمت مسیح کے نظارہ آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ دل میں بار بار خیال آتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کے کاموں میں یہ بہت سا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اب آپکو بہت تکلیف ہو گی۔ اور پھر خیالات پر ایک پردہ پڑ جاتا تھا۔ اور میرے آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگتا تھا۔ اس دن نہ میں کھانا کھا سکا نہ میرے آنسو تھمے۔ حتیٰ کہ میری لاابالی طبیعت کو دیکھتے ہوئے۔ میری اس حالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تعجب ہوا۔ اور آپ نے حیرت سے فرمایا۔ کہ محمود کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کو تو مولوی صاحب سے کوئی ایسا تعلق نہ تھا یہ تو بیمار ہو جائے گا۔"

زندگی کا نیا دور

خیر مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات نے میری زندگی کے ایک نئے دور کو شروع کر دیا اسی دن سے میری طبیعت میں دین کے کاموں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اور وہ بیج بڑھتا ہی چلا گیا سچ یہی ہے کہ کوئی دنیاوی سبب حضرت استاذی المکرم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات سے زیادہ میری زندگی میں تغیر پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر مجھے یوں معلوم ہوا کہ گویا انکی روح مجھ پر آپڑی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال اور آپکی لاش کے سامنے اولوالعزم کا عہد

سنہ ۱۹۰۸ء کا ذکر میرے لئے تکلیف دہ ہے وہ میری کیا سب احمدیوں کی زندگی میں ایک نئے دور کے شروع کرنیکا موجب ہوا اس سال وہ ہستی جو ہمارے بے جان جسموں کے لئے بمنزلہ روح کے تھی اور ہماری بے نور آنکھوں کیلئے بمنزلہ روشنی کے تھی ہم سے جدا ہو گئی یہ جدائی نہ تھی ایک قیامت تھی۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور آسمان اپنی جگہ سے ہل گیا اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس وقت نہ روٹی کا خیال تھا نہ کپڑے کا۔ صرف ایک خیال تھا کہ اگر ساری دنیا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ دے تو میں نہیں چھوڑوں گا۔ اور پھر اس سلسلہ کو دنیا میں قائم کروں گا میں نہیں جانتا میں کس حد تک اس عہد کو نباہا ہے مگر میری نیت ہمیشہ یہی رہی ہے کہ اس عہد کے مطابق میرے کام ہوں۔"

میں یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل سمجھتا ہوں۔ کہ اس نے ایک موقعہ پر میرے دل میں ایک خاص بات ڈالی تھی۔ اور اس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب لوگ آپ پر طرح طرح کے اعتراض کریں گے اور بڑے زور کی مخالفت شروع ہو جائے گی۔ اس وقت سب سے پہلا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑا ہو کر جو کیا وہ عہد یہ تھا کہ

اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤنگا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہ کروں گا۔

حاشیہ از عرفانی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اس عہد کی عظمت اور اس عہد کے پورا کرنے کے لئے آپ کی عظیم الشان قربانی اور عزم کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں خصوصاً جب ان حالات اور واقعات کو پیش نظر رکھا جاوے جو حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت گردوپیش تھے۔ مختلف قسم کی مخالفتوں کا زور تھا۔ اور بعض پیشگوئیوں پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ لاہور ہی میں وہاں کے ایک ناپاک گروہ نے جو طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ اس کے تصور سے بھی آج تکلیف ہوتی ہے ان حالات میں ۱۹ برس کا ایک نوجوان ہاں مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا اپنے باپ کی لاش کے سامنے کھڑا ہو کر خدا تعالیٰ سے ایک عہد کرتا ہے وہ عہد اس کے دل کی کوئی لہر یا۔ وہ نہیں اللہ تعالیٰ نے خود اس خیال کو اس کے دل میں ڈالا۔ گویا خدا تعالیٰ نے آپ کو جس عظیم الشان کام کے لئے پیدا کیا تھا آج اس کا آغاز ہو رہا تھا۔ اور وہ خدا کے ہاتھ پر ایک نیا عہد باندھ رہا تھا اس عہد کو اس اولوالعزم نے کس طرح پورا کیا یہ آج دسمبر ۱۹۲۶ء تک ۱۸ برس کی طویل داستان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تبلیغ و اشاعت سلسلہ کا کوئی خاص انتظام و صیغہ نہ تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ ہی اس کام میں روز و شب مصروف رہتے اور مختلف کتابوں کی تصنیف اور اشتہارات کی اشاعت آپ کرتے تھے سلسلہ کی اشاعت کے لئے الحکم و بدر ریویو آف ریلیجنز اخبارات اور ماہواری رسالہ بھی تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی کوئی خاص محکمہ اس مقصد کے لئے قائم نہ ہوا۔ صدر انجمن کے اغراض و مقاصد میں اشاعت اسلام ایک ضمیمہ تھا۔ بعض مقامات پر کوئی جلسہ ہو جاتا تو کسی مولوی صاحب کو بھیج دیا جاتا۔ لیکن سلسلہ کا نظام عملی طور پر اسی اولوالعزم نے قائم کیا اور ایسی حالت میں کہ آپکی مخالفت میں ایک خطرناک طوفان برپا کر دیا گیا تھا۔ خود جماعت کے اندر ایک فتنہ پیدا ہوا۔ اور وہ چند آدمی جو صدر انجمن کے کاموں میں دخیل اور بااثر تھے وہ مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انکی مخالفت معمولی مخالفت نہ تھی۔ اس نے جماعت میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا اور اس زلزلہ کے وقت صدر انجمن کی مالی حالت یہ تھی کہ۔ خزانے میں چند آنے تھے لیکن اس اولوالعزم نے اس مخالفت کی پرواہ نہ کی۔ اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ اور تبلیغ سلسلہ کا وہ نظام قائم کیا کہ آج اسکی نظیر نہیں ملتی یعنی اس حالت میں کہ جماعت میں فتنہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور عالمگیر جنگ کے آغاز کی وجہ سے عام حالات میں بھی پریشانی اور دہشت پیدا ہو گئی تھی۔ آپ نے لنڈن مشن کو مستقل طور پر قائم کر دیا اور پھر یہ سلسلہ تبلیغ تمام دنیا میں پھیل گیا انگلستان آفریقہ امریکہ، مصر، شام میں مبلغین بھیجے گئے۔ سماٹرا۔ جاوا۔ میں دار التبلیغ قائم ہو گئے اور نہایت سرعت کے ساتھ یہ سلسلہ بڑھ رہا ہے۔ سلسلہ کے نظام کو مضبوط کرنے کے لئے مختلف نظارتیں قائم کر دیں۔ جن میں ایک مستقل نظارت دعوت و تبلیغ کی بڑی قوت کے ساتھ کام کر رہی ہے اور اس نظارت نے تبلیغی نظام کو آپکی ہدایات کے ماتحت نہ صرف مضبوط کیا بلکہ ایسا وسیع کر دیا ہے۔ کہ دشمنوں کو بھی اعتراف ہے۔

حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں خلافت کی پیشکش اور نمونہ جواب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قسم کے بعد ضرورت نہیں رہتی کہ اس سوال پر مزید روشنی ڈالی جائے کہ آپکو کبھی خواہش خلافت نہ تھی۔ لیکن چونکہ بعض واقعات کا آپکی زندگی سے تعلق ہے۔ اور وہ خلافت کے سلسلہ میں پیش آئے اور آپ نے ان کو بیان کیا ہے اس لئے ان کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی علالت کے ابتدائی ایام میں جبکہ کچھ دن آپ کی حالت نازک ہو گئی تھی۔ ایک واقعہ پیش آگیا جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ آپکو کبھی اس کی خواہش نہ تھی آپکی ایمانی غیرت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اخلاقی جرأت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:—

سنہ ۱۹۱۰ء کے آخری مہینوں میں خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گر گئے۔ اور کچھ دن آپکی حالت بہت نازک ہو گئی تھی کہ آپ نے مرزا یعقوب بیگ صاحب

سے جو اس وقت آپ کے معالج تھے دریافت کیا کہ میں
موت سے نہیں گھبراتا۔ آپ بے دھڑک طبی طور پر بتا دیں
کہ اگر میری حالت نازک ہے۔ تو میں کچھ ہدایت وغیرہ
لکھوا دوں۔ مگر چونکہ یہ لوگ حضرت مولوی صاحب کا
ہدایت لکھوانا اپنے لئے مضر سمجھتے تھے۔

آپ کو کہا گیا کہ حالت خراب نہیں ہے اور اگر ایسا
وقت ہوا تو وہ خود بتا دیں گے۔ مگر وہاں سے نکلتے ہی ایک
مشورہ کیا گیا اور دوپہر کے وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب
بیگ صاحب میرے پاس آئے کہ ایک مشورہ کرنا ہے۔ آپ
ذرا مولوی محمد علی صاحب کے مکان پر تشریف لے چلیں
میرے نانا صاحب جناب میر ناصر نواب صاحب کو بھی وہاں
بلوایا گیا تھا۔

جب میں وہاں پہنچا تو مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ صاحب
مولوی صدرالدین صاحب اور ایک یا دو آدمی وہاں پہلے
سے موجود تھے۔ خواجہ صاحب نے ذکر شروع کیا۔ کہ آپ کو
اس لئے بلوایا ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت بہت بیمار
اور کمزور ہے ہم لوگ یہاں ٹھہر تو سکتے نہیں۔ لاہور واپس
جانا ہمارے لئے ضروری ہے۔ پس اس وقت دوپہر کو جو
آپ کو تکلیف دی ہے تو اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ کوئی
ایسی بات طے ہو جائے کہ فتنہ نہ ہو۔ اور ہم لوگ آپ کو یقین
دلاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو خلافت کی خواہش نہیں ہے
کم سے کم میں اپنی نسبت تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ مجھے خلافت
کی نہیں ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب بھی آپ کو یقین
دلاتے ہیں۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب بولے۔ کہ مجھے
بھی خواہش نہیں۔ (اگر خواہش نہیں تھی۔ تو پھر اس قسم کی تجویزوں
کی کیا ضرورت تھی؟ عرفانی)

اس کے بعد خواجہ صاحب نے کہا کہ ہم بھی آپ کے سوا خلافت
کے قابل کسی کو نہیں دیکھتے۔ (پھر انکار کرنے کی کیوں جرات
کی؟ (بقول مالیس فی قلوبہم۔ عرفانی) اور ہم نے اس امر کا
فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن آپ ایک بات کریں کہ خلافت کا فیصلہ
اس وقت تک نہ ہونے دیں جب تک ہم لاہور سے نہ آ جائیں
(چودھری جو ہوئے۔ عرفانی) ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص جلد
بازی کرے اور پیچھے فساد ہو۔

(یہ جلد بازی کرنے والا کون شخص تھا؟ اندر چھپا
ہوا ایک مرض ہے۔ جو نام لینے نہیں دیتا۔ جاننے والے یہ
جانتے ہیں کہ یہ پھر عرفانی کو بدنام کرنے کا منصوبہ
تھا۔ جو شروع خلافت اول سے کیا جا رہا تھا۔ کوئی ان
بھلے مانسوں سے پوچھتا کہ صاحب آپ نے خلافت کا
فیصلہ کر لیا کہ۔ آپ کو خواہش نہیں۔ اور حضرت محمود
کے سوا اور کوئی قابل نہیں۔ پھر بفرض محال اگر تمہاری
غیر حاضری میں وہی خلیفہ منتخب ہو جائیں تو فساد کی
کیا وجہ ہو سکتی۔ جبکہ تمہاری منشاء اور فیصلہ کے موافق
ہو مگر یہ سب چالاکیاں اور منصوبہ بازیاں تھیں۔ اور
خدا تعالےٰ نے ان مکاید کو انہیں پر الٹ دیا۔ عرفانی) ہمارا
انتظار ضرور کر لیا جاوے۔ میر صاحب نے تو یہ جواب
دیا کہ ہاں جماعت میں فساد کے مٹانے کے لئے ضروری
تجویزیں کرنی چاہئے۔ مگر

میں نے اس وقت کی ذمہ داری کو محسوس کر لیا اور
صحابہ کا طریق میرے سامنے آ گیا کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں
دوسرے کے متعلق تجویز۔ خواہ وہ اس کی وفات کے بعد
کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ ناجائز ہے۔ پس میں نے انکو یہ جواب
دیا کہ ایک خلیفہ کی زندگی میں اس کے جانشین کے متعلق
تعین کروائی اور فیصلہ کر دینا کہ اس کے بعد فلاں شخص خلیفہ
ہو گناہ ہے۔ میں تو اس امر میں کلام کرنے کو بھی گناہ
سمجھتا ہوں۔

(صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷ آئینہ صداقت)

سیرت المہدی کا ایک ورق

از خاکسار عرفانی

غنائے ذاتی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو جن لوگوں نے قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل کی اور جنہوں نے علم النفس کی روشنی میں آپ کی سیرت کو پڑھا وہ بخوبی جانتے ہیں کہ حضور میں حد درجہ کا استغنا رتھا۔ اس لئے کہ وہ غنی خدا کے ہاتھ سے ممسوح کئے گئے تھے۔ آپ کی زندگی میں ایک دو نہیں بیسیوں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جہاں آپ نے اپنی غنائے ذاتی کا نہایت بے تکلفی سے اظہار فرمایا۔ تکلف اور بناوٹ تو آپ کی ذات اور سرشت میں نہ تھا۔ میں اسی غنائے ذاتی کے متعلق واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مہاراجہ نابھہ (موجودہ مہاراجہ نابھہ جو معتوب ہو کر جنوبی ہندوستان میں سردار گورچرن سنگھ کے نام سے فوت ہوئے) کے والد بزرگوار) ایک مذہبی آدمی تھے۔ اور دوسرے مذہب کے لیڈروں اور ہادیوں کی بھی عزت کرتے تھے۔ ہمارے سلسلہ کے حضرت مولوی محمد عظیم صاحب نابھہ کے رہنے والے تھے۔ مہاراجہ آنجہانی ان کی بھی عزت کرتے تھے۔ غرض مہاراجہ مذکور تک جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پہنچا۔ تو اس نے نہایت توجہ اور شوق سے آپ کے حالات سنے۔ اور خواہش کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نابھہ بلایا جائے۔ نابھہ کی جماعت (جو اس وقت بہت خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے اس دعوت کو اپنے خیال میں بہت بڑی کامیابی سمجھا۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور یہ پیغام آیا۔ تو آپ نے اس پیغام کو رد کر دیا۔ اور فرمایا:۔

"پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا"

یہ آپ کی شانِ استغنا رتھی۔ آپ خدا تعالیٰ کے رسل اور برگزیدہ تھے۔ اگر آپ نعوذ باللہ ایک دنیادار شخص ہوتے تو اس دعوت کو بہت بڑی وقعت دیتے۔ لیکن آپ پر یہ حقیقت نمایاں کہ اس دعوت کی تہ میں وہ اخلاص نہیں جو خدا کی راہ میں سالک کو ہونا چاہیئے اسی لئے آپ نے اسے رد کر دیا۔ اور سچ تو یہی ہے کہ

آں کس کہ بتو رسد شاہاں راچہ کند

خدا تعالیٰ کے محبوب اور پیارے دربار ربانی میں پہونچکر وہ کسی دنیوی سلطنت کے دربار کی رسائی کے متمنی ہوتے ہی نہیں۔ واقعہ بہت سادہ اور مشہور ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا بہت بڑا باب اس میں مخفی ہے۔

ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طرز عمل کہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری حضور کے ایک خادم نے سنور جانے کا آپ سے وعدہ لیا۔

تو آپ اس کے گھر پر خوشی سے چلے گئے۔

قادیان کے قریب موضع ننگل کا رہنے والا ایک میاں خیراتی زمیندار ہے۔ اس کا بھائی سلسلہ کا ایک مخلص کارکن ہے (حاجی دین محمدؐ) میاں خیراتی ایک سیدھا سادھا احمدی ہے۔ مگر حضرت اقدس سے اس کو محبت تھی۔

ایک مرتبہ حضور کاہوان کی طرف سیر کو نکل گئے واپسی پر میاں خیراتی نے کہا۔ کہ جی میرے گھر چلو۔ حضرت صاحب اس کے گھر چلے گئے۔ اور اس نے مکئی کے بھٹے۔ (چھلیاں) بطور نذر پیش کیں۔ حضرت نے بڑی خوشی سے لے لیں۔ لوگوں کو بڑا تعجب تھا کہ حضرت اقدس جو اپنے خاندانی مرتبہ اور شان کے لحاظ سے بھی بہت بڑی وجاہت رکھتے تھے۔ اپنی رعایا کے ایک ایسے فرد کے گھر میں چلے جاویں۔ مگر جو چیز آپ کو وہاں لے جانے سے نہ روک سکی وہ اس کا اخلاص اور محبت تھی جو محض اللہ کے لیے تھی۔ اور مہاراجہ نابھہ کی دعوت میں ایک قسم کی رعونت تھی۔

اگر کوئی اور دنیادار ہوتا تو وہ اس دعوت کو اپنے لئے معراج سمجھتا۔ اسی طرح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک زمانہ میں نواب صاحب رام پور (موجودہ نواب صاحب کے والد محترم) بھی بلوانا چاہتے تھے لیکن ان کی دعوت کو بھی حضرت نے اسی وجہ سے قبول نہیں فرمایا تھا۔

میں حضرت خان صاحب قبلہ ذوالفقار علی خان صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان واقعات کو شائع کردیں۔ (عرفانی)

اس کے بعد نواب صاحب موصوف کا رنگ سلسلہ کے متعلق بالکل بدل گیا۔ اور ہمارے بعض مخلص اور برگزیدہ احباب مثلاً حضرت مولانا مولوی عبیداللہ بسمل اور حضرت قاسم علی (قادیانی) کو بہت قربانیاں دینی پڑیں۔ مگر انہوں نے ہر قسم کی قربانیاں دیکر بھی یہ ثابت کر دیا کہ

ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں

مشرکانہ اعمال سے نفرت

آپ فطرت ہی ایسی مواحدانہ لیکر آئے تھے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کے قلب کو اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا تھا۔ آپ کبھی اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص آپ کی نسبت ارادت و عقیدت کا ایسے رنگ میں اظہار کرے جو کسی قسم کے شرک کا رنگ رکھتا ہو۔ بلکہ آپکے ہر فعل اور عمل سے اپنی انکساری اور عبودیت کا اظہار ہوتا تھا۔ بسا اوقات بعض لوگ آتے جو اس زمانے کے پیروں اور مشائخ کے تعظیمی سجدوں تک کو جائز سمجھتے تھے اور ان کے پاؤں پر سر رکھ کر سلام کرنا ہی نشانِ اخلاص جانتے تھے اور وہ ایسی رسم و عادات کیوجہ سے اس قسم کی کوئی حرکت کرتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود ہمہ کرم و رحم ہونے کے سخت جوش میں آجاتے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا۔ میں سالہا سال تک آپ کی خدمت میں رہا۔ اور میں نے ہمیشہ دیکھا کہ آپ کو کبھی غصہ نہیں آتا تھا۔ سوائے اس کے کہ شعائر دین کی بے حرمتی ہو یا کوئی شخص ایسی حرکت کرے جس سے خدا تعالیٰ کی توحید پر حملہ ہوتا ہو۔ بارہا ایسا ہوا کہ ایک اجنبی دقائق دین سے ناواقف اخلاص سے حاضر ہوا اور اس نے آکر آپ کے پاؤں کو ہاتھ لگایا۔ یا سجدہ کر دیا تو آپ ناراض ہوئے اور فرماتے کہ مجھے تو خدا تعالےٰ نے دنیا میں شرک مٹانے کے لئے بھیجا ہے میں کبھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص میرے سامنے اس طرح پر جھکے۔ اور

اور سجدہ کرے۔

انسان خواہ کتنا ہی بڑا ہو آخر ایک مرنے والا انسان ہے جو اعمال خدا تعالیٰ کے لئے ہیں وہ کسی انسان کے لئے جائز نہیں خواہ وہ خدا کا نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء کے سردار اور خاتم ہیں۔ ان کے لئے بھی جائز نہیں آپ نے بھی یہی تعلیم دی۔ اور خدا تعالیٰ کی وحی سے دی "قل انما انا بشر مثلکم" یعنی ان کو کہدو کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں ہاں امتیازی نشان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحی مجھ پر آتی ہے۔

غرض آپ کبھی اس کو پسند نہ فرماتے تھے کہ کوئی شخص آپ کے لئے اس قسم کی تعظیم کرے۔ جو خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور ایسے موقعہ پر یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے خاموشی سے درگذر فرمایا ہو۔ باوجودیکہ آپ کی عادت میں تھا کہ کبھی کسی شخص کو مخاطب کرکے اس کے کسی فعل پر سرزنش نہ فرماتے تھے۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کے طریق پر عام اخلاقی کمزوریوں کا علاج بتاتے لیکن اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں آیا کہ کسی نے پاؤں پر اپنے سر کو جھکایا یا سجدہ نما صورت اختیار کی یا اپنے کلام میں ایسے رنگ سے حضرت کو خطاب کرنا جن میں کچھ بھی شرک کا شائبہ ہو آپ نے فوراً اسکو ٹوکا اور روکا۔ ایسے موقعہ پر میں نے ہمیشہ دیکھا کہ جہاں آپ کے چہرہ پر سرخی اور جلال ہوتا تھا۔ آپ کی زبان سے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے

سُبحانَ اللّٰہ

کے الفاظ سنائی دیتے تھے۔ آپ دراصل سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم پورا پڑھتے تھے۔ مگر سبحان اللہ کا لفظ اندرونی جوش کا مظاہرہ کر دیتا تھا۔ اس قسم کے موقعہ علی العموم اس وقت پیش آجاتے تھے جبکہ ایسے لوگ آتے جو اس عہد کے پیروں کے مرید اور ان کے رسم و رواج کے پابند ہوتے تھے۔ حضرت اقدس کی اس حالت نے ہم میں سے بہتوں کے ایمان کو مضبوط کیا اور آپ کی صداقت کے دلائل اس خصوص میں داخل کیا اور آپ کی شان اور مرتبہ کو ہمارے دلوں میں اور بھی بڑھا دیا۔ اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم۔

---

(۱) خدا تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے وہ تمام انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے، اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن شریف نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ

اس کی پیروی اور محبت سے روح القدس اور خدا کا مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

(18)

بہشتی مقبرے میں ایک شام

بہشتی مقبرہ تھا، میں تھا، اور فضائے شام تھی نظر بہ احترام نرم رو ہوائے شام تھی
درخت دم بخود جھکائے سر دعا میں محو تھے سراپا عجز بن کے یاد کبریا میں محو تھے
شفق کے رنگ میں رنگی ہوئی قبور ہر طرف تمام کائنات میں اداس ہر طرف
افق سے اٹھ رہی تھی شب لباس مشکبار میں لئے ہوئے تجلیاں نجوم کی کنار میں

نظر تھی اور سیر آئینہ سنگ و خشت کی
فسردہ قلب و روح کو تلاش تھی بہشت کی

تھا عکس موت جلوہ گر تھکی ہوئی نگاہ میں سرود عیش تھا ملا ہوا انتقام آہ میں
ہے لرزہ جس کے سرد مس سے جسم کائنات میں ملی ہوئی ہیں جس کی تلخیاں مئے حیات میں
سقر کی آتش غضب بھی، موج سلسبیل بھی یہ موت، ہاں یہ موت ہے مہیب بھی جمیل بھی

بنا رہا تھا دل تخیلات کا نیا جہاں
کہ موصیوں کی موت بن کے شعر نعت ہوئی عیاں

قبائے قوم جن کے خوں سے لالہ رنگ ہے وہ جن کی شومی جنوں پہ عقلِ خادم دنگ ہے
وہ جنکی موت پر خدا ہزار ادائے زندگی ہے جن کا اسوہ ساز قوم میں نوائے زندگی
ہے "ماضی" تابناک جن کے نور جان پاک سے اساس قوم پختہ تر ہے جنکے فیض خاک سے
جو مٹ کے زندگی کے نقش پائیدار کر گئے متاع جان و مال قوم پر نثار کر گئے
وہ نور حق سے جن کے دل حریف مہر و مہ ہوئے یہ فاقہ کش ہیں وہ جو وجہ رشک مہر وشہ ہوئے
"جمیل موت" سے ہوئے جو ہمکنار ہیں یہی جو زینت بہشت ہیں وہ جاں نثار ہیں یہی

ہے یہ دعا گر قبول حضرت مجیب ہو
ملی ہے موت جو انہیں ہمیں بھی نصیب ہو

(میر اللہ بخش تسنیم)

خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے سیاسی نہیں ہے

جناب عبدالرحیم صاحب شبلی۔ بی۔ کام

موجودہ فتنہ پردازوں کی غرض یہ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی مقرر کردہ خلافت کو مٹا کر اس کی جگہ ایک نئی امارت کھڑی کریں۔ لیکن شیطانی وسوسہ ان کے دل میں محض اس لئے پیدا ہوا کہ وہ خلافت کو ایک سیاسی مسئلہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر شریعت اسلامیہ پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلافت ایک سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ آج کل دنیا میں سیاسی حکومتیں تین طرز کی ہیں ۱۔ مطلق العنانیت ۲۔ جمہوریت ۳۔ آمریت

مطلق العنان بادشاہ اپنے افعال کے لئے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ وہ ورثہ میں تخت کو حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے کوئی مجوزہ پروگرام نہیں ہوتا۔ بلکہ جو اس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے۔

جمہوریت ابراہیم لنکن کے الفاظ میں "لوگوں کے لئے لوگوں کے ذریعہ ایک حکومت ہے" یعنی جمہوریت میں لوگ اپنا ایک نمائندہ منتخب کرتے ہیں جو ان کے پروگرام کے ماتحت ان کے لئے ان پر حکومت کرتا ہے۔ اس شخص کو پریسیڈنٹ کہتے ہیں وہ خود مختار نہیں ہوتا بلکہ ہر کام لوگوں کے مشورہ کے ساتھ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو اس پر اعتبار نہ رہے تو وہ اسے معزول کر سکتے ہیں۔ اور اس کی جگہ کسی اور کو پریسیڈنٹ منتخب کیا جا سکتا ہے۔

آمریت میں یہ ہوتا ہے کہ کوئی پارٹی ملک میں برسر اقتدار آ جاتی ہے، جس کے لیڈر کو سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ وہ گویا اس لحاظ سے خود مختار ہوتا ہے کہ وہ عوام کی مرضی کے بعد جو قانون چاہے ملک میں نافذ کر سکتا ہے۔ لیکن وہ پارٹی کے مشورہ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر پارٹی کو اس پر اعتبار نہ رہے تو اس کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ اس شخص کو ڈکٹیٹر کہتے ہیں۔ یہ اگرچہ پریسیڈنٹ سے وسیع اختیارات کا مالک ہوتا ہے اور عوام کی رضامندی کے بغیر سب کچھ کر سکتا ہے لیکن بہرحال اپنی پارٹی کی مرضی پر اس کا اقتدار ہوتا ہے اگر پارٹی ناراض ہو جائے تو ڈکٹیٹر معزول ہو جاتا ہے۔ ایسے ڈکٹیٹروں کی مثال جرمنی۔ اٹلی روس، ٹرکی اور آسٹریا میں ملتی ہے۔

گویا ان تین سیاسی طرز حکومتوں میں ہمیں تین باتیں بالبداہت نظر آتی ہیں۔

۱۔ بعض حکمران بالکل مطلق العنان ہوتے ہیں اور وہ جو جی چاہے کرتے ہیں۔ وہ قوم کے سامنے جواب دہ نہیں۔ ان کو تخت بھی ورثہ میں ملتا ہے۔

۲۔ بعض حکمران منتخب کئے جاتے ہیں۔ وہ عوام کے نمائندہ ہوتے ہیں اور ان ہی کی مرضی پر ان کا اقتدار ہوتا ہے۔ جب لوگوں کو ان پر اعتبار نہ رہے ان کو مس[illegible] ہونا پڑتا ہے۔

۳۔ [illegible] حکمران سب سے طاقتور پارٹی کے ذریعہ منتخب کئے جاتے ہیں لیکن ان کا اقتدار پارٹی کی مرضی پر ہے۔ وہ اگرچہ بہت حد تک خود مختار ہوتے ہیں

لیکن پارٹی کی رضامندی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔

اب اگر غور سے دیکھا جائے تو خلافت ان تینوں طرز حکومتوں سے بالکل مختلف ہے نہ تو خلافت خود مختارانہ بادشاہت ہے جس میں جو جی چاہے کوئی کر سکتا ہے۔ اور نہ خلافت کا استحکام عوام یا زبردست پارٹی کی مرضی پر ہے۔

خلیفہ اس لحاظ سے یقیناً خود مختار ہے کہ وہ عوام کے مشورہ کو مسترد کر سکتا ہے۔ لیکن اس کو تخت ورثہ میں نہیں ملتا۔ اور نہ وہ شریعت اسلامیہ کی حدود کے باہر جا سکتا ہے۔ اس لئے اسے ہم مطلق العنان نہیں کہہ سکتے۔

خلافت جمہوریت پسند اس لحاظ سے ضرور ہے کہ خلیفہ کو بھی مثلاً وشاورھم فی الامر کے حکم کے ماتحت عوام کے مشورہ لینا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ وہ عوام کے مشورہ کو مسترد کر سکتا ہے اور لوگوں کے اعتبار کے زائل ہو جانے پر بھی وہ مستعفی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم خلافت کو جمہوریت کا نقشہ نہیں کہہ سکتے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر عوام کو خلیفہ میں اعتبار نہ رہے تو وہ ان کے کہنے پر معزول ہو جائیگا بلکہ اسلام تو ہر حال میں امیر کی فرمانبرداری اور اطاعت کی تلقین کرتا ہے۔ اور امیر امیر ہی رہیگا خواہ قوم کو اس پر اعتبار رہے یا نہ رہے۔

اسی طرح خلافت آمریت کے مترادف اس لئے نہیں ہے کہ خلیفہ سب سے زبردست پارٹی کا نمائندہ نہیں ہوتا بلکہ جب خلیفہ ایک دفعہ منتخب ہو جائے تو سب پارٹیوں کو یکجا ہو جانا پڑے گا۔ ورنہ باقی پارٹیاں منافق اور فتنہ پرداز کہلائیں گی دوسرے اگر بعد میں اس پارٹی کا اعتبار خلیفہ پر جاتا بھی رہے تو بھی اس کو اپنی پوزیشن پر مستحکم رہنا ضروری ہے وہ کسی حال میں از خود یا لوگوں کے کہنے پر مستعفی نہیں ہو سکتا۔

علی العموم خلیفہ شریعت کی حدود کے اندر لوگوں کے مشورہ پر چلے گا۔ لیکن اگر وہ اسلام اور اس کے نظام کے لئے کسی مشورہ کو مفید نہ سمجھے تو وہ بلا خوف وخطر خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کو مسترد کر سکتا ہے اور کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس فیصلہ کے خلاف چوں چرا کرے۔ بلکہ ایسا کرنے والا صریح طور پر منافق اور فتنہ پرداز ہے۔

پس جو لوگ آج کل خلیفہ کو معزول کرنے کے شیطانی منصوبے باندھ رہے ہیں۔ وہ ذرا سوچیں تو کیا وہ اسلامی احکام کے خلاف نہیں کر رہے؟ کیا وہ خلافت کو ایک سیاسی مسئلہ نہیں سمجھ رہے؟ درآنحالیکہ وہ مذہبی مسئلہ ہے۔

سیاسی اداروں کی طرح خلافت کے مذہبی ادارہ کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا جو اصول سیاسی حکومتوں میں برتے جا رہے ہیں وہ خلافت کے بارہ میں ہرگز نہیں برتے جا سکتے۔

جو لوگ آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم خلیفہ کو معزول کر کے نیا انتخاب کروائیں گے۔ وہ دراصل اسلامی مسئلہ خلافت کو سمجھے ہی نہیں، ان کے نزدیک خلافت الّا ایک جمہوریت ہے جس میں پریذیڈنٹ عوام کی مرضی پر منتخب کیا جاتا ہے۔ اور جب عوام کو اس پر اعتبار نہ رہے تو اس کی جگہ نیا صاحب صدر منتخب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں اگر خلیفہ ایک دفعہ منتخب ہو جائے تو اس کے بعد وہ کسی حال میں یعنی نہ از خود اور نہ لوگوں کے کہنے پر اپنے عہدہ سے دست بردار ہو سکتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر ساری قوم بھی خلیفہ سے منحرف ہو جائے تو

تبھی وہ خلیفہ ہی رہے گا۔ اس کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ وہی اس کی امداد و نصرت کرے گا اور اگر اس کی ساری قوم بھی بفرض محال اُس سے بدظن ہو جائے تو بھی خدا اُسے دوسری قوم عنایت کریگا اور پہلی قوم کو نیست و نابود کر دیگا۔

اس بات کا ثبوت کہ خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے سیاسی نہیں ہے۔ یہ ہے کہ خلیفہ وعد اللہ الذین آمنو منکم وعملوا الصلحات لیستخلفنھم فی الارض کے ماتحت خدا خود مقرر کرتا ہے۔ اور دوسرے من کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون کی آیت کے ماتحت جو شخص ایک دفعہ بیعت کر کے خلیفہ سے روگردانی کرتا ہے۔ وہ یقیناً فاسق ہے۔ پس اگر خلافت ایک سیاسی ادارہ ہوتا تو ... ہرگز نہ کہتا کہ وہ خلیفہ خود مقرر کرے گا یا اگر کوئی شخص خلیفہ سے منحرف ہو جائیگا تو اس کو فاسقوں میں گنا جائے گی۔ پس جب بیعت کرنا یا چھوڑنا موجب ثواب و عذاب ہے تو اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ اسلامی خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے سیاسی نہیں ہے۔

اگر شیخ مصری صاحب نے لکھا ہے کہ جماعت میری بات پر کان دھرے گی تو اُن کو صاف طور پر سمجھ لینا چاہئیے کہ یہاں جماعت کے کان دھرنے کا سوال ہی نہیں۔ اگر ساری جماعت بھی نعوذ باللہ نعوذ باللہ ان کے ساتھ ہو جائے۔ تو بھی وہ خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ خلافت کو نہیں توڑ سکتے جس کو ایک دفعہ جماعت نے چن لیا وہ پھر جماعت کے کہنے پر ہرگز ہرگز معزول نہیں ہو سکتا۔ یہ شریعت کا مسئلہ ہے اور مصری وغیرہ کے کہنے پر اس میں کوئی تغیر واقع نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بعض منافقین اس کہ خلیفہ کو آزاد کمیشن مقرر کر کے ان کی خرافات میں دینا چاہئیے۔ حالانکہ یہ بھی شریعت اسلام کے خلاف ہے۔ اور مذہبی مسئلہ نہیں۔

عام سیاسی اداروں میں تو ہو سکتا ہے کہ افسران سے ان کے اعمال کی جواب دہی کی جائے لیکن خلافت میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ خلیفہ کی مہربانی ہے اگر وہ کسی موقع پر قوم کے نمائندوں کے سامنے اپنے افعال یا لائحہ عمل کی حکمت کو واضح کر دے لیکن قوم اس کو ایسا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی یہ اس لئے کہ خلیفہ جب ایک دفعہ منتخب ہو گیا تو وہ قوم کا نمائندہ نہیں رہا بلکہ خدا کا نمائندہ بن گیا۔ وہ اپنے عہدہ پر قوم کے اعتبار پر قائم نہیں ہے بلکہ خدا کے اعتبار سے قائم ہے۔

پس اسلامی خلافتوں میں خلیفہ پر سوال نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے قوم کے سامنے بلایا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کو جائز شکایت ہو تو خلیفہ یقیناً اس کو آئینی طور پر سنے گا۔ لیکن جب اس نے فیصلہ کر دیا تو اس کے خلاف منافرت پیدا کرنی یقیناً خلاف از تقویٰ اور مذہب ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کے متعلق فرمایا ہے کہ جب تم خلیفہ یا امیر کو ایسے افعال کا مرتکب دیکھو جو تمہارے نزدیک مستحق نہیں ہیں تو اس کے خلاف منافرت پیدا نہ کرو۔ بلکہ اس کو اس کا حق دے دو۔ اور اپنا حق خدا تعالیٰ سے مانگو (ستکون بعدی اثرۃ وامور تنکرونھا قالو انما تامرنا یا رسول اللہ قال ادوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم) اس حکم کے علی الرغم جن لوگوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیعت فسخ کی ہے وہ ذرا غور کریں۔ کیا انہوں نے شریعت کے احکام کے مطابق عمل کیا؟

الغرض جو لوگ بیعت توڑ رہے ہیں یا آزاد کمیشن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے متعلق روایات

جو

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی نے بیان فرمائیں

۲۶ دسمبر ۱۹۱۹ء بر تقریب جلسہ سالانہ فرمایا۔

مجھے یاد ہے قادیان میں ایک دفعہ پشاور سے ایک مہمان آیا اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے تھے اور مہمان آپ سے ملتے تھے اور جیسا کہ میں نے سنا ہے نبیوں سے ان کے ․․․ کو خاص محبت اور اخلاص ہوتا ہے اور انہیں نبی کو دیکھ کر اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اور وہ کسی اور بات کی پرواہ ہی نہیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مفتی محمدؐ صادق صاحب کی روایت ہے۔ جلسہ کے ایام میں ایک دفعہ جب حضرت صاحب باہر نکلے۔ تو آپکے اردگرد بڑا ہجوم ہوگیا۔ اس ہجوم میں ایک شخص نے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا۔ اور ہجوم سے باہر نکل کر اپنے ساتھی سے پوچھا کہ تم نے مصافحہ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا۔ اتنی بھیڑ میں کہاں جگہ مل سکتی ہے۔ اس نے کہا جس طرح چاہیے مصافحہ کر خواہ تمہارے بدن کی ہڈی ہڈی کیوں نہ جدا ہو جاوے یہ موقعے روز روز نہیں ملا کرتے۔ چنانچہ وہ گیا اور مصافحہ کیا۔

غرض نبی کو دیکھ کر ایک خاص قسم کا جوش انسان کے دل میں موجزن ہوتا ہے۔ اور وہ جوش اتنا وسیع ہوتا ہے کہ نبی کے خدمتگاروں کو دیکھ کر بھی اُبل پڑتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعودؑ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو لوگ آپکے قریب بیٹھنے کے لئے دوڑ پڑتے۔ گو اس وقت تھوڑے ہی لوگ ہوتے تھے تاہم ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ میں سب سے قریب بیٹھوں۔ اس شخص کے مقدر میں چونکہ ابتلا تھا۔ اس لئے اس لئے اسے خیال نہ آیا۔ کہ میں کس کی مجلس میں آیا ہوں۔ اس نے سنتیں پڑھنی شروع کیں۔ اور اتنی لمبی کر دیں کہ پہلے تو کچھ عرصہ لوگ انتظار کرتے رہے مگر جب انتظار کرنے والوں نے دیکھا کہ دوسرے لوگ ہم سے آگے بڑھتے جاتے ہیں اور قریب قریب کی جگہ حاصل کر رہے ہیں تو وہ بھی جلدی سے آگے بڑھکر حضرت کے پاس جا بیٹھے۔ مگر ان کے جلدی سے گذرنے سے کسی کی کہنی اسے لگ گئی۔ اس پر وہ ناراض ہو کر کہنے لگا۔ اچھا نبی اور مسیح موعود ہے۔ کہ اس کی مجلس کے لوگ نماز پڑھنے والوں کو ٹھوکریں مارتے ہیں اتنی سی بات پر وہ مرتد ہو کر چلا گیا۔ گویا جو چیز ایمان کی ترقی کا باعث ہے اور اب بھی ہوسکتی ہے۔ وہ اس کے لیے ٹھوکر کا موجب ہوگئی اور اس کی مثال اس جماعت کی سی ہوگئی۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

جب روشنی ہوئی تو ان کا نور جاتا رہا

فرمایا:۔

حضرت صاحب کے زمانے میں ایک شخص آیا اور آکر کہنے لگا کہ مجھے کبھی محمدؐ کہا جاتا ہے کبھی عیسےٰؑ کبھی موسےٰؑ۔ کبھی ابراہیم اور میں کبھی عرش پر چلا جاتا ہوں حضرت صاحب نے کہا۔ جب تمہیں موسےٰ کہا جاتا ہے تو حضرت موسےٰ جیسا معجزہ بھی دیا جاتا ہے اس نے کہا۔ یہ نہیں؟ آپ نے فرمایا جب عیسےٰ والے نشان بھی دیئے جاتے ہیں؟ کہا نہیں آپ نے فرمایا جب محمدؐ کہا جاتا ہے تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طاقتیں بھی دی جاتی ہیں؟ کہا نہیں آپ نے فرمایا۔ جب عرش پر جاتے ہو تو کیا جلالی نشان

بھی دیئے جاتے ہیں؟ کہا نہیں آپ نے فرمایا جو شخص کسی کو کہتا ہے لے اور جب وہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے تو کچھ نہیں دیتا۔ کیا اس کے اس فعل سے معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے ہنسی کی جا رہی ہے۔ یا اس کی آزمائش کر رہا ہے۔ اسی طرح تم سے یہ استہزا کیا جا رہا ہے جو تمہارے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ تم بہت توبہ کرو۔

حضرت صاحب کی وفات سے پہلے ایام کا ذکر ہے کہ ملک مبارک علی صاحب تاجر لاہور روز شام کو اس مکان پر آ جاتے جس میں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے تھے اور جب حضرت صاحب باہر سیر کو جاتے تو وہ اپنی بگھی میں بیٹھ کر ساتھ ہو جاتے تھے۔ مجھے حضرت صاحب نے سیر کے لئے ایک گھوڑی منگوا دی تھی۔ میں بھی اس پر سوار ہو کر جایا کرتا تھا۔ اور سواری کی سڑک پر گاڑی کے ساتھ ساتھ گھوڑی دوڑاتا چلا جاتا تھا۔ اور باتیں بھی کرتا جاتا تھا لیکن جس رات کو حضرت صاحب کی بیماری میں ترقی ہو کر دوسرے دن آپ نے فوت ہونا تھا۔ میری طبیعت پر کچھ بوجھ سا معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے میں گھوڑی پر سوار نہ ہوا۔ ملک صاحب نے کہا۔ میری گاڑی میں آ جاویں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ لیکن بیٹھتے ہی میرا دل افسردگی کے ایک گہرے گڑھے میں گر گیا۔ اور یہ مصرعہ میری زبان پر جاری ہو گیا۔

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

ملک صاحب نے مجھے اپنی باتیں سنائیں۔ میں کسی ایک آدھ بات کا جواب دے دیتا تو پھر اسی خیال میں مشغول ہو جاتا۔ رات کو ہی حضرت صاحب کی بیماری یکدم ترقی کر گئی۔ اور صبح آپ فوت ہو گئے۔ یہ بھی ایک تقدیر خاص تھی۔ جس نے مجھے وقت سے پہلے اس ناقابل برداشت صدمہ کے برداشت کرنے کے لئے تیار کر دیا

نوٹ از عرفانی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب مکرم کا انتقال ہونے کو آیا تو اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کر کے اس آنے والے واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ اور ایک بشارت دیکر آپ کے دل کو قوی کر دیا۔ ٹھیک اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے پہلے حضرت اولوالعزم کی زبان پر الہامی مصرعہ

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

جاری کر کے ایک آنے والے واقعہ کی اطلاع دیدی۔ اور آپ کو قوت برداشت کا اس سے پتہ ملتا ہے کہ آپ نے وفات مسیح موعود علیہ السلام پر صبر و حوصلہ کا وہ نمونہ دکھایا کہ آپ کے جنازے پر کھڑے ہو کر وہ عظیم الشان عہد کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بدظنی کرنے والے

وہ لوگ جو ہم سے علیحدہ ہو گئے ہیں ان میں اپنے بھائیوں پر بدظنی کرنے کی عادت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت صاحب کی نسبت کہہ گزرے کہ آپ جماعت کا روپیہ اپنے ذاتی مصارف پر خرچ کر لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کو آخری وقت میں یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔ اور آپ نے مجھے فرمایا کہ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ لنگر کے لئے جو روپیہ آتا ہے اسے میں اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کر لیتا ہوں مگر ان کو معلوم نہیں۔ لوگ جو میرے لئے نذروں کا روپیہ لاتے ہیں۔ میں تو اس میں سے بھی لنگر کے لئے خرچ کرتا ہوں چنانچہ میں آپ کے منی آرڈر لایا کرتا تھا۔ اور مجھے خوب معلوم ہے کہ لنگر کا روپیہ بہت تھوڑا آیا کرتا تھا۔ اور اتنا تھوڑا آیا کرتا تھا کہ اس سے خرچ نہ چل سکتا تھا حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر میں لنگر کا انتظام

ان لوگوں کے سپرد کردوں تو یہ کبھی اس کے اخراجات کو پورا نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب تک اس بدظنی کا خمیازہ بھگتا جا رہا ہے کہ لنگر کا فنڈ ہمیشہ مقروض رہتا ہے۔

میری بیماری کا فکر شفقت پدری کا ایک واقعہ

فرمایا۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر (لاہور۔ ناقل) اس سفر میں کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کسی ہندو منصف سشن جج کی آمد کی خبر دینے کو آئے۔ جو بغرض ملاقات آرہے تھے۔ آپ نے اس وقت ان سے کہا کہ میں بھی بیمار ہوں۔ مگر محمود بھی بیمار ہے مجھے اس کی بیماری کا زیادہ فکر ہے۔ آپ اس کا توجہ سے علاج کریں (ملائکۃ اللہ ص۶)

حضرت مسیح موعود اور خدا تعالیٰ پر ایمان

فرمایا۔ میں نے حضرت صاحب کا لکھا ہوا ایک نوٹ دیکھا تھا اور اس میں آپ لکھتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں تو خدا کو چھوڑ دے مگر میں کس طرح چھوڑ سکتا ہوں؟ جب کہ سب سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ خدا مجھے آکر جگاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ بتاؤ ایسے خدا کو میں کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ (ص۶۹)

شیر خدا کے سامنے ایک مسمرائزر

لاہور کے ایک ہندو کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتابیں بھیجا کرتے تھے اس سے احمدیوں نے پوچھا کہ تمہیں کتابیں کیوں بھیجتے ہیں اس نے بتایا کہ مجھے آپ سے بہت عقیدت ہے۔ جس کی بناء ایک واقعہ پر ہے میں علم مسمریزم کا بڑا ماہر ہوں میں اگر کسی پر عمل کروں تو وہ ایسا زیر اثر ہو جاتا ہے کہ میں جو چاہوں اس سے کام کراؤں مجھے ایک برات کے ساتھ قادیان کے قریب ایک گاؤں میں جانا پڑا شرارت جو سوجھی تو میں نے خیال کیا کہ قادیان جاکر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی چاہیے۔ تاکہ وہ مریدوں کے سامنے ہی ایسی حرکات شروع کردیں۔ جن سے ان کی خفت ہو۔ اس نے مسجد مبارک کا نقشہ بیان کیا اور بتایا کہ جب میں گیا تو مرزا صاحب شہ نشین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ذرا پیچھے بیٹھکر توجہ ڈالنی شروع کی۔ مگر ایسا معلوم ہوا کہ وہ بھی مقابلہ کر رہے ہیں۔ پھر میں نے اور زیادہ توجہ کی۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر میں نے سارا زور لگانا شروع کیا۔ اور سمجھا کہ اب ضرور میں آپ کو زیر کرلوں گا لیکن میں اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ آپکے

دائیں بائیں دو شیر ہیں

جو مجھ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں ایسا گھبرایا کہ مجھے یہ بھی خیال نہ رہا۔ یہاں شیر کہاں آسکتے ہیں اور فوراً اٹھ کر بھاگا حتیٰ کہ جوتیاں بھی نہ پہن سکا۔ اور ہاتھ ہی میں لے کر بھاگ نکلا میرے جانے کے بعد مرزا صاحب کو خیال آیا تو آپ نے کہا کہ کون یہاں سے اٹھ کر گیا ہے اسے بلا لاؤ۔ چنانچہ دو تین آدمی میرے پیچھے میرے لینے کو آئے۔ لیکن میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ اس وقت میرے حواس بجا نہیں۔ پھر کبھی حاضر ہوں گا۔ اور فوراً چلا آیا۔ وہ شخص اکونٹنٹ تھا۔ لاہور جاکر اس نے سارا واقعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود لکھا اور ساتھ لکھا
مجھے یقین ہو گیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت
میں ہیں۔ میں اگرچہ ہندو ہوں لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ
کا اوتار مانتا ہوں۔ آپ اپنی تصانیف مجھے عنایت
کریں۔ (الفضل ۳ر جولائی ۱۹۳۰ء ص۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا آخری سالانہ جلسہ

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی
کا آخری جلسہ یاد ہے۔ میں سیر میں ساتھ تو نہیں تھا۔
مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
سیر سے واپس گھر آئے۔ تو فرمایا۔ اب تو جلسہ پر اتنے
آدمی آتے ہیں کہ آئندہ جلسہ پر سیر کے لئے جانا
بالکل مشکل ہو جائے گا۔ یہ فقرہ گویا پیشگوئی ہو گیا
اور آپ اسی جلسہ پر اللہ کے حضور چلے گئے۔ عرفانی
آج ہم تھوڑی دور گئے تھے مگر اس قدر غبار اٹھا کہ آگے
جانا مشکل ہو گیا۔ اس وقت اندازہ کیا گیا تو سات سو
آدمی جلسے پر آئے تھے۔ یعنی اس وقت جتنے اس مسجد
بیٹھے ہیں۔ ان سے بھی کم اس جلسہ پر تھے۔ اس سال
کے جلسے کی تقریریں تو مجھے یاد نہیں۔ اتنا یاد ہے۔ کہ
اس مسجد کے صحن میں جو قبر ہے۔ اس سے ورے مسجد کے
فرش کی منڈیر تھی۔ اس وقت مسجد کا صحن موجودہ
صحن سے بہت چھوٹا تھا۔ اس پر لوگ بیٹھے تھے اور
مسجد کے درمیانے در میں کرسی پر بیٹھ کر حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریر فرمائی تھی۔ ہم اس منڈیر
پر بیٹھے تھے۔ اور اس وقت کی مسجد بالکل پر تھی۔
اور تمام احباب انوار ذوق شوق سے پر تھے کہ خدا تعالیٰ

کی پیشگوئیوں کے ماتحت اب جماعت بہت پھیل گئی ہے
(۲۸ر نومبر ۱۹۳۱ء مندرجہ ۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء ص۵)

غفلت پر ندامت کا اظہار روحانی ترقی کا موجب ہوتا ہے

فرمایا:- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت
معاویہ کا یہ واقعہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک بار
وہ جاگ نہ سکے اور صبح کی نماز ان کی قضا ہو گئی
اس پر وہ تمام دن روتے رہے۔ اگلی رات
انہوں نے کشف میں دیکھا کہ کوئی شخص انہیں جگا
رہا ہے کہ اٹھو نماز پڑھو۔ انہوں نے اس سے پوچھا
تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ آپ نے
کہا کہ ابلیس کا نماز کے لئے جگانے سے کیا تعلق اس نے
کہا کہ کل مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ جس کے لئے اب
تک پچھتا رہا ہوں۔ کل تمہاری نماز جاتی رہی اور
تم سارا دن روتے رہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے کہا
اس کے صدمہ کو دور کرنے کے لئے اسے سو نماز
کا ثواب دے دیا جاوے۔ میری غرض تو ثواب
سے محروم رکھنا تھی۔ مگر تمہیں سو گنا زیادہ مل گیا
اس لئے میں آج جگا رہا ہوں تاکہ ایسا نہ ہو کہ آج
بھی سو رہو۔ اور پھر سو گنا ثواب حاصل کر لو۔

حضرت مسیح موعود کی فقاہت

فرمایا اسلامی مسائل کی بنیاد تفقہ پر ہے ان کے اندر باریک حکمتیں ہوتی ہیں

اور جب تک ان کو نہ سمجھا وے۔ انسان دھوکہ کھا کر
بعض دفعہ گمراہی کی طرف نکل جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ کسی مجلس میں

نے بیان فرمایا کہ انسان اگر تقویٰ سے کام لے تو چاہے سو شادیاں کرلے۔ یہ بات سلسلہ کے اخباروں میں سے ایک میں شائع ہوئی۔ جس پر یہ چرچہ شروع ہوگیا کہ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب یہی ہے کہ چار کی حد نہیں۔ شادیاں کوئی جتنی چاہے کرلے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے اس بحث اور جھگڑے کو جو باہر ہوتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچایا۔ اور پوچھا اس سے آپ کا کیا مطلب تھا۔ آپ نے فرمایا میرا یہ مطلب تھا کہ اگر ایک بیوی مرجائے یا کسی وجہ سے طلاق دی جائے تو انسان اس کی بجائے اور شادی کرسکتا ہے اس طرح خواہ سو شادیاں کرلے۔ اس سے آپ نے اس خیال کی تردید فرمائی جو بعض مذاہب نے پیش کیا ہے کہ عمر بھر دوسری شادی نہ کرنی چاہیئے۔ مجھے یاد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا اعتقاد ایک عرصہ تک یہی تھا کہ چار سے زیادہ شادیاں جائز نہیں۔ ان دنوں میں چونکہ چھوٹی سی جماعت تھی۔ اور دوست اکثر باہم ملتے تھے۔ ایسے مسائل پر بڑی لمبی بحثیں ہوتی رہتی تھیں انہیں دنوں ایک زمانہ میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا چار بیویوں کی حد بندی شریعت سے ثابت نہیں۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت بھی پیش کی۔ جس میں لکھا تھا کہ حضرت امام حسنؓ کے اٹھارہ یا انیس نکاح ہوئے۔ اسی مجلس میں کسی نے یہ بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عقیدہ نہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اولؓ نے یہ خیال کیا۔ ممکن ہے۔ آپ کے پاس یہ معاملہ پوری طرح پیش نہ کیا گیا ہو۔ اسی لئے کسی نے کہا کہ یہ کتاب لے جاؤ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حوالہ دکھا آؤ۔ کتاب لانے والا راستہ میں مجھے بھی ملا۔ وہ بغل میں کتاب دبائے بڑے شوق سے جارہا تھا میں نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ حوالہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھانے کے لئے بھیجا ہے۔ میں بھی جواب کے شوق میں اسی کا منتظر رہا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا۔ میں نے دیکھا۔ جاتے وقت تو بہت خوش خوش گیا تھا۔ مگر واپس آتے وقت سر جھکائے آرہا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے تو اس نے بتایا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مولوی صاحب سے جاکر پوچھو کہ کہاں لکھا ہے کہ

یہ ساری بیویاں ایک ہی وقت میں تھیں

(۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء مندرجہ ۳ فروری ۱۹۳۱ء)

سفر اور بیماری میں روزہ

فرمایا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ غالباً مرزا یعقوب بیگ صاحب جو آجکل غیر مبائع ہیں۔ اور ان کے لیڈروں میں سے ہیں ایک دفعہ باہر سے آئے۔ عصر کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زور دیا۔ کہ روزہ کھول دیں اور فرمایا سفر میں روزہ جائز نہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ بیماریوں کا ذکر ہوا۔ تو فرمایا۔ ہمارا یہی مذہب ہے۔ کہ رخصتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ دین سختی نہیں بلکہ آسانی سکھاتا ہے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ بیمار اور

اور مسافر اگر روزہ رکھ سکے تو رکھ لے۔ ہم اسکو
درست نہیں سمجھتے اس سلسلہ میں خلیفہ اول رضی اللہ عنہ
نے محی الدین ابن عربیؒ کا قول بیان کیا کہ سفر اور
بیماری میں روزہ رکھنا آپ جائز نہیں سمجھتے تھے
اور ان کے نزدیک ایسی حالت میں رکھا ہوا روزہ
دوبارہ رکھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے سنکر فرمایا۔ ہاں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں
ایک شخص آیا اور آپ کو آتے ہی گالیاں دینے لگ
گیا اور جب خوب گالیاں دے چکا۔ اور بیٹھ
گیا تو آپ نے فرمایا تسلی ہوگئی یا کچھ اور بھی باقی ہے
اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور
تشریف لے گئے تھے وہاں رستہ میں ایک شخص نے آپ
کو دھکا دیا تھا۔ لوگ اسکو مارنے لگے۔ مگر آپ نے فرمایا
نہیں اسے کچھ نہ کہو۔ اس نے تو اپنے اخلاص سے ہی
دھکا دیا ہے۔ وہ دراصل مدعی نبوت تھا۔ آپ نے
فرمایا اس نے سمجھا ہے کہ ہم ظالم ہیں۔ اور اس کا حق
مار رہے ہیں۔ اس لئے اس نے دھکا دیدیا پیغمبر
سنگھ جو یہاں آیا کرتے تھے۔ ان کا وہ بھائی تھا۔
وہ سنایا کرتے تھے کہ میرا بھائی بعد میں ساری عمر
شرمندہ رہا۔ اور کہتا تھا۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی
کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو دھکا دیا

نوٹ از عرفانی میں نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ شمائل و اخلاق
میں لکھدیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے میں اس واقعہ
کو دیکھنے والا ہوں۔ (عرفانی)

حضرت مسیح موعود اور تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تبلیغ سلسلہ کے لئے
عجیب عجیب خیال آتے تھے اور وہ رات دن اسی فکر
میں رہتے تھے کہ یہ پیغام دنیا کے ہر کونہ میں پہنچ جائے
ایک مرتبہ آپ نے تجویز کی کہ ہماری جماعت کا لباس ہی الگ
ہو تاکہ ہر شخص بجائے خود ایک تبلیغ ہو سکے اور دوستوں کو
ایک دوسرے کی ناواقفی میں شناخت آسان ہو اس پر
مختلف تجویزیں ہوتی رہیں

حضرت مسیح موعود اور سکھ طالب علم

فرمایا۔ ایک دفعہ ایک سکھ طالب علم نے جو گورنمنٹ کالج
میں پڑھتا تھا حضرت
مسیح موعود سے اخلاص رکھتا تھا۔ حضرت صاحب کو
کہلا بھیجا کہ پہلے مجھے خدا پر یقین تھا۔ مگر اب
میرے دل میں اس کے متعلق شکوک پڑنے لگ گئے
ہیں۔ حضرت صاحب نے اسے کہلا بھیجا کہ جہاں
تم کالج میں بیٹھتے ہو۔ اس جگہ کو بدل لو۔ چنانچہ
اس نے جگہ بدل لی اور پھر بتایا کہ اب کوئی شک نہیں
پیدا ہوتا۔ جب یہ بات حضرت کو سنائی گئی تو آپ نے
فرمایا۔ اس پر اس شخص کا اثر پڑ رہا تھا۔ جو اس کے
پاس بیٹھتا تھا اور وہ دہریہ تھا۔ جب جگہ بدل لی
تو اسکا اثر پڑنا بند ہوگیا۔ اور شکوک بھی نہ رہے۔
(ملائکۃ اللہ صـ۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہم نے دیکھا
ہے آپ کوئی مشورہ دیتے تو بعض اوقات اس سے کسی کو اختلاف
ہوتا۔ مگر اسکے یہ معنی نہ تھے کہ آپ غلطی کرتے تھے مگر بعض اوقات
ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی رائے چھوڑ دیتے اور دوسروں کی قبول
کر لیتے مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق آپ نے فرمایا
مجھے قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس پر مولوی محمد احسن صاحب
نے کہا۔ ہاں حضور یہی درست ہے

خلافت کا مقام حضرت خلیفہ اولؓ کی نظر میں

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں دائمی خلافت کا ذکر میں نے
کسی دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ارشادات کی روشنی میں کیا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد اللہ
تعالیٰ نے وعدہ کے موافق سلسلہ میں حضرت خلیفہ اول
کو قدرت ثانیہ کے مظہر اول کی صورت میں کھڑا کیا مختلف
اوقات میں آپ نے منصب خلافت کے مقام کی
عظمت اور اپنی خلافت کے متعلق جماعت کو آگاہ
فرمایا۔ میں آج اس کے بعض اقتباسات دیتا ہوں اسلئے
کہ انسان تذکیر کا محتاج ہے۔ اور آج سے چالیس برس
پیشتر کے یہ حقائق اِن غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہیں
جو آج بعض کم فہم عزل خلافت کے عنوان سے پیش
کرتے ہیں۔ یہ ارشادات اس انسان کے ہیں جسکی خلافت
پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سب سے پہلا اجماع اور یہ اللہ تعالیٰ
کا ایک خاص فضل تھا کہ یہ اجتماع بعد میں کسی وقت ہی
پیدا ہونے والے ہر اعتراض کا جواب اس وجود کے ذریعہ
دیا گیا جسکو سب نے متفق ہو کر الوصیت کے ماتحت
خلیفہ تسلیم کیا تھا
اور وہ بیانات ان کی زندگی میں میں نے شائع کردئے
اور جنکو خود اشاعت سے پہلے اونہوں نے پڑھ لیا۔ اور وہ جو
بعد میں کسی نہ کسی رنگ میں اسوقت موجود تھے اور کسی کو جرأت
نہ ہوئی کہ اس کا انکار کریں۔ سنو! وہ کیا فرماتے ہیں۔

خلیفۃ المسیح کا اعلان خلافت میں اس مسجد میں
قرآن ہاتھ میں لیکر۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ
مجھے پیر بننے کی خواہش ہرگز نہیں اور نہ تھی اور قطعاً خواہش
نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے۔ اِس نے
جو چاہا کیا تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا اور اسے آپ
نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کرتہ پہنا دیا
میں اسکی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں
باوجود اسکے میں تمہارے مال اور تمہاری کسی بات کا بھی روادار
نہیں اور میرے دل میں اتنی بھی خواہش نہیں کہ کوئی مجھے سلام
کرتا ہے یا نہیں تمہارا مال جو میرے پاس نذر کے رنگ میں آتا
تھا اس سے پہلے اپریل تک میں اسے مولوی محمد علی کو دے دیا
کرتا تھا مگر کسی کو غلطی میں ڈالا اور کہا کہ یہ ہمارا روپیہ ہے
اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ تب میں نے محض خدا کی رضا کے
لئے اس روپیہ کو دینا بند کر دیا کہ میں دیکھوں یہ کیا کر سکتے ہیں؟
ایسا کہنے والے نے غلطی کی نہیں بے ادبی کی اسے چاہئے کہ
وہ توبہ کرلے میں پھر کہتا ہوں کہ وہ توبہ کرلے اب بھی توبہ کرلیں
ایسے لوگ اگر توبہ نہ کرینگے تو ان کے لئے اچھا نہ ہوگا۔ ایک
وقت مجھ سے کسی نے مجھ سے جھگڑا کیا اس وقت کے بعد سے میں
ایسے اموال ان کو دیتا نہیں جو مخصوص مجھے ہی دئے جاتے ہیں
ہاں میں انھیں ایک ہی مد میں رکھتا ہوں اور اسی ایسی جگہ خرچ
کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہ ہو۔ میں اپنی ذات اور
اپنے متعلقین کے لئے تمہارے کسی روپیہ کا محتاج نہیں ہوں
اور کبھی بھی خدا تعالیٰ نے مجھے کسی کا محتاج نہیں کیا۔ وہ اپنے
غیب کے خزانوں سے مجھے دیتا ہے اور بہت دیتا ہے اور میں
اب تک وہ کسب لیتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ یاد
رکھو میں پھر کہتا ہوں کہ میں تمہارے اموال کا محتاج نہیں ہوں
اور نہ تم سے مانگتا ہوں تم میرے پاس اگر کچھ بھیجتے ہو تو اپنے
اپنے فہم کے موافق خدا کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں پھر وہ کونسی
بات ہو سکتی تھی میں پیر بننے کی خواہش کرتا۔ اب خدا تعالیٰ
نے جو چاہا کیا اس میں نہ تمہارا کچھ بس چلتا ہے اور نہ کسی اور کا
اس لئے تم ادب سیکھو کیونکہ یہی تمہارے لئے بابرکت راہ
ہے تم اب اس حبل اللہ مضبوط پکڑ لو یہ بھی خدا ہی کی

رسن ہے۔ جس نے تمہارے متفرق اجزا کو اکٹھا کر دیا ہے
پس اسے مضبوط پکڑے رکھو تم خوب یاد رکھو کہ

معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں

تم مجھ میں عیب دیکھو آگاہ کر دو مگر ادب کو ہاتھ سے نہ
دو خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے
اللہ تعالیٰ نے چار خلیفے بنائے ہیں آدمؑ کو داؤدؑ کو اور ایک
وہ خلیفہ ہوتا ہے جو لیستخلفنہم فی الارض میں موجود ہے
اور تم سب کو بھی خلیفہ بنایا۔ پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے
بنایا ہے اور اپنے مصالحہ سے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے
ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی اسلئے تم میں
کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اگر اللہ تعالیٰ
نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دیدیگا (اللہم
اید الاسلام والمسلمین بتجابہ وطول حیاتہ
ایڈیٹر) تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو تم معزول کی طاقت
نہیں رکھتے میں تم میں سے کسی کا بھی شکر گذار نہیں ہوں جھوٹا ہے
وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا مجھے یہ لفظ بھی دکھ
دیتا ہے کہ جو کسی نے کہا کہ یہ پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے دستوری
حکومت ہے۔ ایران اور پرتگال میں بھی دستوری ہو گئی ہے
ٹرکی میں پارلیمنٹ مل گیا۔ میں کہتا ہوں وہ بھی توبہ کرتے جو
اس سلسلہ کو پارلیمنٹ اور دستوری سمجھتا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ
ایران کو پارلیمنٹ نے کیا سکھ دیا اور دوسروں کو کیا فائدہ
پہنچایا ہے ترکوں کو پارلیمنٹ کے بعد کیا نیند آتی ہے؟ ایرانیوں
نے کیا فائدہ اٹھایا۔ محمد علی شاہ کے سامنے تختوں کو غارت کیا
اور اب پچھلوں کو الٹی میٹم آتے رہیں۔ ادھر انجمن ترقی و اتحاد
جو کچھ اٹھا رہی ہے اس کا اندازہ ان خبروں سے کر لو جو طرابلس
سے آ رہی ہیں۔ تم دستوری کو کیا سمجھتے ہو۔ خدا ہی کے فضل سے
اور اسی کے رسن کو مضبوط پکڑے رہنے سے کچھ بنتا ہے اسلئے
میں پھر کہتا ہوں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ میں
تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ
اللہ ہی خلیفے بنایا کرتا ہے۔ یاد رکھو آدم کو خلیفہ بنایا تو
کہا انی جاعل فی الارض خلیفہ فرشتوں نے اسپر
اعتراض کر کے کیا خمیازہ اٹھایا تم قرآن میں پڑھو جب فرشتوں
کی یہ حالت ہے اور انہیں بھی سبحانک لا علم لنا کہنا
پڑا تو تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو۔ اپنا منہ دیکھ لو
مجھے وہ لفظ خوب یاد ہیں کہ ایران میں پارلیمنٹ ہو گئی اور
دستوری کا زمانہ ہے انہوں نے اس قسم کے الفاظ بول کر جھوٹ
بولا بے ادبی کی۔ خدا تعالیٰ کی غیرت نے انہیں دستوری کے
نتیجے ایران ہی میں دکھا دئے۔ میں پھر کہتا ہوں وہ اب بھی
توبہ کر لیں میں دوستوں کو کہتا ہوں ما اسئلکم علیہ من
اجری ان اجری الا علی اللہ میرا اللہ مجھے سب کچھ دیتا ہے

۲۱ جنوری ۱۹۱۲ء

بحث خلافت

تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے
ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک کیا اور پھر اس کے بعد میرے ہاتھ پر
تم کو تفرقہ سے بچایا۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ اور نکمی بحثوں میں
نہ پڑو میں نے دیکھا ہے کہ آج بھی کسی نے کہا کہ خلافت کے
متعلق بڑا اختلاف ہے حق کسی کا تھا اور دیا گیا کسی اور کو
میں نے کہا کہ کسی رافضی کو جا کر کہدو کہ علیؓ کا حق تھا ابوبکرؓ
نے لے لیا

میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی
یا روحانی فائدہ پہنچتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ
بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ
کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر بحث کرو تو سخت حماقت ہے۔
میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے
کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔
آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے انی جاعل فی الارض

بقیہ سلسلہ مضمون بر صفحہ (۶۳) ملاحظہ ہو

"(۲) دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ شرک ظلم اور ہر ایک بدعملی و ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول"

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

خلافت حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کی حقانیت پر امام ہمام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی

(از جناب عبدالرحیم شبلی - بی - کام)

قدرت ثانیہ

رسالہ الوصیت میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کردیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے واسطے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔

اب سوال یہ ہے کہ اس قدرت ثانیہ سے مراد کیا ہے۔ کی اس پیشگوئی کا بنظر غائر مطالعہ کریں تو ہمیں تین باتیں بالصراحت نظر آتی ہیں

(۱) قدرت ثانیہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق ہوگی۔

(۲) وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے معاً بعد شروع ہو جائے گی۔

(۳) یہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔

دوسری طرف قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے بعد خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ یہی ہے کہ وہ خلفاء مقرر کرتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض۔

پس صاف ظاہر ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد "انجمن" یا "علماء سلسلہ" نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد خلافت ہے۔ جس کا معرض عمل میں لانا قدیم سنت اللہ ہے۔

قدرت ثانیہ کا مظہر اول

جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان ہوا۔ تو آپ کو متفقہ طور پر قدرت ثانیہ کا مظہر اول قرار دیا گیا۔ چنانچہ اخبار الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۶ رجون ۱۹۰۸ء میں رسالہ الوصیت کی جو عبارت میں نے نقل کی ہے۔ اس کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ وصیت ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی ہے

اس کے لئے جماعت کا فرض ہے کہ ہر جگہ اس قدرت ثانیہ کے ظہور کے لئے مل مل کر دعا کریں اور بڑی خوشی کا مقام ہے کہ

خدا تعالیٰ نے قدرت ثانیہ کا مظہر اول ہمیں عطا کیا

وہ مظہر اول ہی ہے جس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں یعنی حضرت حکیم الامتہ" پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک تمام علمائے سلسلہ کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ قدرت ثانیہ والی پیشگوئی کا اطلاق خلفاء کرام پر ہوگا۔ لیکن اب نہ جانے اس اختراع میں کیا حکمت ہے کہ پیغامی "انجمن اور علمائے سلسلہ" کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین قرار دے رہے ہیں۔

قدرت ثانیہ کا مظہر دوم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیشگوئی میں فرمایا ہے کہ قدرت ثانیہ" دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا" ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس قدرت کا مظہر اول حضرت حکیم الامتہ مولانا مولوی نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسیح اول تھے۔ اب ہمارے لئے اس بات کی جستجو باقی ہے کہ حضرت حکیم الامتہ کے بعد اس قدرت ثانیہ کا مظہر دوم کون ہے؟

ہمارا یعنی جماعت احمدیہ قادیان کا ایمان ہے کہ قدرت ثانیہ کے مظہر دوم سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔ اس مضمون میں آپ کی خلافت کی حقانیت کے متعلق صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی پر اکتفا کروں گا تاکہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان پر ایمان رکھنے کا دعوے کرتے ہیں وہ اس مسئلہ پر غور کر سکیں

حضرت مسیح موعود کا جانشین آپ کا بیٹا ہوگا

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح مہدی کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔ متزوج ویولد لہٗ یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد پیدا ہوگی۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کے اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

"ففی ھذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولداً صالحاً یشابہ اباہ ولا یاباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین۔"

اس حدیث میں دراصل اشارہ اس طرف ہے کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود کو ایک ایسا ولد صالح دے گا جو اپنے باپ کا مشابہ ہوگا اور اس کے خلاف نہیں ہوگا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین سے ہوگا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر سے صاف طور پر ثابت ہے۔ کہ آپ کا ایک جانشین آپ کی اولاد مطہرہ میں سے ہوگا۔

ولد موعود کس زوجہ کے بطن سے ہوگا

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ولد موعود کس زوجہ مطہرہ کے بطن سے پیدا ہونا تھا۔ اور وہ کون ہے؟

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح

اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لائے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلائے۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۶۴)

پھر آگے چل کر حضور رقمطراز ہیں۔

"اس (خدا) نے ایک نئے خاندان کے لئے مجھے اس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی۔ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۶۳)

اب یہ تو ہر شخص کو علم ہے اور لاہوریوں کو بھی اس سے انکار نہیں کہ حضور علیہ السلام کی زوجہ مذکورہ سے حضرت ام المومنین مدظلہ العالی کے علاوہ اور کوئی مراد نہیں اور آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔

پسر موعود کی نشانیاں

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اپنے اس بیٹے کی بھی تعیین فرما دی جو آپ کے بعد آپ کا جانشین ہونے والا تھا چنانچہ جب ۱۸۸۶ء میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلوت میں رہ کر ریاضت کرنے کے لئے ہوشیار پور تشریف لے گئے تو خدا تعالیٰ نے آپ سے ایک طویل مخاطبت کی جو عظیم الشان پیشگوئیوں کی حامل تھی اور تذکرہ صفحہ ۱۴۹/۱۴۲ پر یوں مندرج ہے۔ "میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پائیں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آئیں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اسکو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ

ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کیساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امراً مقضیاً۔

خدا تعالیٰ کا یہ پر جلال کلام محتاج تشریح نہیں اسکے ایک ایک لفظ میں پیشگوئیاں مضمر ہیں۔ جو بالبداہت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند دلبند گرامی ارجمند حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ پر حرف بحرف صادق آتی ہیں۔

بشیر اوّل کی پیدائش اور وفات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پسر موعود کی میعاد پیدائش بھی متعین فرما دی تھی۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضور نے تحریر فرمایا۔

"ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔

تبلیغ رسالت جلد اول ص۸۴ پر بھی لکھا۔

"اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے" لیکن اس عرصہ میں ایک اور لڑکا بھی حضور کے یہاں تولد ہوا۔ جو اپنی عمر کے سولہویں مہینہ میں وفات پا گیا۔ لیکن یہ لڑکا جس کا نام بشیر اول رکھا گیا تھا۔ پسر موعود نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشیر اول کی پیدائش سے قبل ایک اشتہار میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ حضور نے لکھا ہے۔

"آج ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہ کی طرف

سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب
ہونے والا ہے۔ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا
اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے
یا بالضرور اس سے قریب حمل میں
لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا جو اب پیدا ہوگا یہ وہی
لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ
میں پیدا ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد یہ بھی الہام
ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے
کی راہ تکیں" (تبلیغ رسالت جلد اول ص۷۶)

پس حضور علیہ السلام نے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ
بہت ممکن ہے کہ بشیر اول پسر موعود نہ ہو۔ اور نو سال کے
اندر کسی بعد کے عرصہ میں ہو۔ اور حضور نے یہ بھی پیشگوئی فرمائی
تھی کہ اکثر لوگ اس لڑکے وفات پر میری پسر موعود والی پیشگوئی
کے متعلق شک میں پڑ جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا۔
"یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے
یا ہم دوسرے کی راہ تکیں"

پسر موعود کے مصداق حضرت محمودؓ ہیں

اس کا ذکر حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی میں بھی
فرمایا ہے۔ چنانچہ ص۳۶۶ پر حضور رقمطراز ہیں۔
"ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں
اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے
مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار ان کو کہا گیا کہ اشتہار
۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہونگے
پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خوردسالی میں فوت ہو جاتا۔ تب
بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے تب خدا تعالیٰ نے
ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز
اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا
ہونے کے بارے میں یہ بشارت دی دوسرا بشیر دیا
جائیگا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ ابتک
جو یکم ستمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ
کے موافق اپنی میعاد کے اندر پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان
ٹل سکتے ہیں۔ مگر اس کے وعدہ کا ٹلنا ممکن نہیں ہے"
یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ ۷ کی۔ جس کے مطابق جنوری
۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور
اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں
ہے یہ پیشگوئی حضور اقدس نے اپنے ۱۵ر جولائی ۱۸۸۸ء
کے اشتہار میں بھی شائع فرمائی۔ چنانچہ لکھا
"ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ
دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔
اس کے بعد "تریاق القلوب" میں حضور رقمطراز ہیں"
"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے
جس کا نام محمود ہے۔ ابھی وہ پیدا نہیں ہوا
تھا۔ جو مجھے کشفی طور پر اُس کے پیدا ہونے
کی خبر دی گئی۔ اور میں نے مسجد کی دیوار پر
اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ
"محمود"

خلیفہ۔ اس خلافت آدم پر بھی فرشتوں نے اعتراض کیا کہ حضور وہ مفسد فی الارض اور سفک الدم ہے۔ مگر انہوں نے اعتراض کرکے کیا پھل پایا۔ تم قرآن مجید میں پڑھ لو۔ کہ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہدونگا کہ

آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے

اگر وہ ابی اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے اسجدوا لآدم لے آئیگی اور اگر ابلیس ہے تو وہ اس دربار سے نکل جائے گا۔ پھر دوسرا خلیفہ داؤد تھا داؤد انا جعلنا خلیفۃ فی الارض۔ داؤد کو بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ان کی مخالفت کرنے والوں نے تو یہاں تک ایجی ٹیشن کی کہ وہ انارکسٹ لوگ آپ کے قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور کود پڑے مگر جس کو خدا نے خلیفہ بنایا تھا کون تھا جو اس کی مخالفت کرکے نیک نتیجہ دیکھ سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خلیفہ بنایا رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں مگر کیا تم نہیں دیکھتے کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے رہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ

مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے

یہ وہ مسجد ہے جس نے میرے دل کو بہت خوش کیا اس کے بانیوں اور امداد کنندوں کے لئے میں نے بہت دعا کی ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں عرش تک پہنچی ہیں پس میں مسجد میں کھڑے ہو کر جس نے مجھے بہت خوش کیا اور اس شہر میں اگر اس مسجد میں آنے سے خوشی ہوئی ہے۔ میں اس کو ظاہر کرتا ہوں جس طرح پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھکو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اسکے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خاں کو کہدیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب کا حق ہے یا ام المومنین رض کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ میرے سامنے پیش نہیں کیا۔

مجھے بدر کے ایک فقرہ سے بہت رنج ہوا کہ کوئی مرزا صاحب کا رشتہ دار نورالدین کا مرید نہیں۔ یہ سخت غلطی ہے جو کی گئی ہے مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود۔ بشیر۔ شریف۔ نواب ناصر نواب محمد علی خاں کرتا ہے۔

تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا

27

خلافت احمدیہ اور مسئلہ عزل کی تاریخی حیثیت

مسئلہ خلافت مذہب اسلام کا ایک اہم نظام ہے اور اس سے انکار حقیقت میں اسلامی نظام وحدت کا کفر ہے۔ میں اس وقت خلافت کی تاریخ اور اس کے دشمنوں کی مخالفانہ کوششوں اور ان میں خائب و خاسر رہنے کے واقعات کو نہیں دہراؤں گا۔

قرآن کریم نے آدم (علیہ السلام) کی خلافت اور اس خلافت کے مقابل کو ابلیس اور شیطان قرار دیا ہے۔ اور یہ کوئی قصہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک حقیقت اور بصیرۃ ہے ؎

خدا خود قصہ شیطان بیان کرد است تا دانند
کہ این نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

خلافت کا انکار انسان کو ... کے علم و عمل کو ضائع کر دیتا ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دائمی خلافت کا وعدہ فرمایا تھا۔ اور اس خلافت کے قیام کا آپ ذمہ لیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس الٰہی تقرر کا ظہور انتخاب کے ذریعہ ہوتا ہے مگر دراصل وہ انتخاب خود اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے وہی مستعد دلوں میں اس روح کو نفخ کرتا ہے۔ اور سعید روحیں اللہ تعالیٰ کے منتخب خلیفہ ہی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھدیتی ہیں

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں (جو منہاج نبوۃ پر قائم ہوا) حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد سب سے پہلا اجماع خلافت راشدہ ہی پر ہوا۔

اور تمام جماعت نے بالاتفاق یک زبان ہوکر اقرار کیا کہ الوصیت کے ماتحت خلافت ضروری ہے۔ اور اسی وصیت کی تعمیل میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا جس پر آج ۴۳ برس سے زیادہ گذر رہے ہیں

سلسلہ کی تاریخ اس امر کی بھی شہادت دیتی ہے کہ آپ کے انتخاب کے کچھ عرصہ بعد خصوصاً آپ کی خلافت کے آخری سالوں میں بعض ان اکابر نے جنہوں نے خود خلافت کی ضرورت الوصیت کے ماتحت تسلیم کر کے بیعت کی تھی اور جماعت کو مشورہ دیا تھا) خلافت کے متعلق بعض اعتراضات کئے اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے پبلک تقریروں میں ان کو دندان شکن جواب دیے یہ بحث بھی دراصل میرے ایمانی ذوق میں خلافت کے استحکام کے لیے تھی تاکہ کسی قسم کی تاریکی باقی نہ رہے۔ میں نے ان تقریروں کے اقتباس دوسری جگہ اسی اشاعت میں دیئے ہیں۔

لیکن جن لوگوں نے مختلف رنگوں میں من وجہ اپنے عہد کو مکرر سہ کرر توڑا تھا انہوں نے اپنی عملی تجویزوں اور منصوبوں کو ترک نہ کیا اور خفیہ ریشہ دوانیاں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں خصوصیت سے بڑھ گئیں۔

مخفی گمنام پمفلٹ شائع کئے گئے اور ان کے جوابات بھی شائع ہو گئے۔ یہ ابتداء تھی سلسلہ احمدیہ میں خلافت کے نظام کو توڑنے کی۔ مگر خلافت تو کسی انسان کا

منصوبہ نہیں اس لئے یہ تمام کوششیں ضائع ہوگئیں۔ اور نظام خلافت مضبوط ہوتا گیا۔

اس اثناء میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ اور دبی ہوئی قوتیں اپنے تمام سازوسامان کے ساتھ میدان میں نکل آئیں اور حضرت خلیفہ اول رضی کی زندگی کے آخری ایام میں ایک پمفلٹ چھاپ کر ٹھیک آپ کی وفات کے ساتھ شائع کر دیا گیا جس کا منشاء و مقصد نظام خلافت کی تحلیل تھا۔ یہ فتنہ ان لوگوں کی طرف سے زندہ کیا گیا تھا جو اس وقت جماعت کے عملی نظام پر قابض اور حکمران تھے۔ مگر خلافت انسانی منصوبہ نہ تھا بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا ایک منصوص نظام تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اُن تمام مخالفتوں میں اس کو غالب کیا اور دوسرے خلیفہ کا انتخاب عمل میں آگیا یہ تاریخ بڑی دردناک اور ایمان افزا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس کی تفصیل کتابی شکل میں آئیگی۔ اور یوں بھی اس کے متعلق الحکم اور سلسلہ کے دوسرے اخبارات و رسائل و تالیفات میں اسکا ذکر کیا گیاہے۔

مخالفت کا ایک طوفان برپا ہوا۔ اور اس نے کچھ لوگوں کو اس نظام سے دور پھینک دیا۔ مگر وہ طوفان آخر تھم گیا۔ اور نظام خلافت مستحکم ہوتا چلا گیا۔

اس نظام خلافت کے بانی مبانی آج فوت ہوچکے ہیں اس لئے میں ان کے متعلق کچھ بھی کہنا نہیں چاہتا ان کی زندگی میں میں نے ان کے خلاف اور انہوں نے میرے متعلق جو چاہا تھا کہا اور شائع کیا میں سمجھتا ہوں اور پورے شعور سے کہتا ہوں کہ کاش وہ اس راہ پر نہ چلتے۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی پسندیدہ راہ نہ تھی۔ مگر اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے ایک زمانہ تک ہم بھائی بھائی تھے اور میں ان کے اس عہد قدیم کی خدمات اور محبتوں کے اثرات اب بھی قلب میں محسوس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے انکی پردہ پوشی اور مغفرت کا طلبگار رہوں آہ!

دل میں اک درد اٹھا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے

غرض خلافت ثانیہ کا قیام ایک محشر خیز طوفان کی صورت میں ہوا۔ اور اس کے مٹانے کے لئے کونسی کوشش تھی جو نہ کیگئی مگر خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ نے خدا تعالیٰ سے قوت پاکر اعلان کیا

کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے

اور دنیا نے دیکھا کہ انفرادی اور اجتماعی کوششیں خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے مقابلہ میں ناکام ہوگئیں۔ مختلف فتنے اندرا ور باہر سے پیدا ہوئے حکومت وقت کے بعض بد اندیش افسروں نے بھی مخالفانہ کوششوں کی عملی تائید کی مگر وہ سب ناکام ہو گئے۔

احراریوں کا فتنہ تو بڑے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ اٹھا اور قادیان میں نامراد رہا۔ اب اسنے پاکستان میں سر اٹھایا ہے۔ دنیا دیکھ لے گی کہ اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔

اندرونی طور پر بعض فتنے کھڑے ہوئے اور ہر ایک فتنہ پرداز نے سمجھا کہ وہ غالب آجائے گا مگر ذلت کے گڑھے میں خود ہی گرا اور نامرادی کا منہ دیکھا۔ یہ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ یہ خلافت حقہ راشدہ ہے اور جو اس مسند پر بیٹھا ہے اسے خدا تعالیٰ ہی نے اپنے وعدوں کے موافق منتخب کیاہے۔ اس کا وجود مختلف قسم کے نشانوں کا مجموعہ ہے۔ خلافت کی مخالفت مختلف رنگوں میں ہوتی رہے گی۔ اور ہر رنگ۔ اس کی تمکین کا موجب ہوگا۔ اور اس اولوالعزم کی صداقت کا گواہ۔ اندرونی طور پر مستریوں کا فتنہ۔ فخر الدین ملتانی

کا فتنہ اور شیخ مصری کا فتنہ کچھ اس رنگ کے تھے کہ دھوکہ دینے والے خیالات کو پیدا کریں۔ مگر شیطان کو مایوس ہونا پڑا۔ ان مختلف اندرونی فتنوں میں عزل خلافت کا سوال ہمیشہ اٹھتا رہا۔ اور اب پھر اس سانپ نے دوسرے رنگ میں سر نکالا ہے۔ اس لئے میں اس پر کسی قدر تفصیل سے بحث کروں گا۔

عزل خلافت کے فتنہ کی ابتدا

عزل خلافت کا فتنہ دراصل حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہٗ کی زندگی میں پیدا ہو چکا تھا اور ایک گروہ نفس خلافت کا مخالف ہو چکا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تائید نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ پہلی کوشش نفس خلافت ہی تھی اور مختلف قسم کے اعتراضوں کی شکل میں یہ سوال اٹھتا رہا۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہٗ نے منہ توڑ جواب دیا۔ جو اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔ لیکن جب ان کے عہد میں ناکامی ہوئی تو خلافت ثانیہ کے ساتھ ہی اسکی بنیاد رکھی گئی۔ اس لئے کہ خلافت تو قائم ہو چکی تھی۔ اب ایک ہی حربہ دشمن کے ہاتھ میں تھا کہ خلیفہ کی معزولی کا سوال پیدا کرے۔ اور خلیفہ پر کوئی اعتراض تو ہو سکتا نہ تھا۔ اس کے تقویٰ و طہارت اور علم و قابلیت کا اقرار پہلے کر چکے تھے۔

عزل خلافت کی پہلی سعی ناکام

اس لئے اختلاف عقائد کا سوال پیدا کیا گیا اور اس فتنہ کا علم بدنصیب مولانا سید محمد احسن صاحب

مولوی سید محمد احسن صاحب کا اقدام

کے ہاتھ میں دیا گیا جماعت میں ان کے علم و فضل کا چرچا تھا۔ اور کچھ شک نہیں ابتدًا انکو قربانی کرنی پڑی اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہٗ کی وصیت کی سب سے پہلے انہوں نے تائید کی اور خلافت ثانیہ کی بیعت کر لی تھی مگر اپنے بڑھاپے کی وجہ سے وہ اپنے بیٹے (یعقوب) کے قبضہ قدرت میں تھے۔ اور بیٹے یعقوب کے حالات جماعت سے مخفی نہ تھے منکرین خلافت نے اسے آلہ کار بنایا۔ اور مولوی محمد احسن صاحب کو فرمان عزل کے لئے آمادہ کر لیا چنانچہ انہوں نے لاہور جا کر دسمبر ۱۹۱۶ء میں، ایک اعلان عزل شائع کیا جس نے انکی ساری عزت و اہمیت جو جماعت میں تھی کھو دی اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ میں ذیل میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے الفاظ میں درج کرتا ہوں اور آج ۳۵ سال کے بعد اسے پڑھنے والے یقین کر لیں گے کہ اولوالعزم کی زبان پر حق جاری تھا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے عزل کے لئے اختلاف عقائد کا بہانہ کیا حضرت اولوالعزم نے اس کا جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے۔

پس اگر مولوی محمد احسن صاحب یہ کہتے ہیں کہ پہلے میرے عقاید بھی وہی تھے۔ جو مبائعین کے ہیں۔ لیکن اب مجھے اپنی غلطی معلوم ہو گئی ہے۔ اس لئے میں انکو چھوڑتا ہوں تو ہم کبھی انکی دیانت اور امانت پر الزام نہ لگاتے لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ مجھے میاں صاحب کے عقائد معلوم ہی نہ تھے۔ اب معلوم ہوئے ہیں اس لئے میں علیحدہ ہوتا ہوں اور یہ جھوٹ ہے پھر دیکھئے۔ جس دن حضرت خلیفہ اول رضؓ فوت ہوئے ہیں۔ اس سے دوسرے ہی دن جناب نواب صاحب کے مکان پر چند آدمی مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو وہاں مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ ہمارا اور میاں صاحب کا عقائد میں اختلاف ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں اور ہم نہیں کہتے۔ یہ حضرت مسیح موعود کو ایسا ہی نبی سمجھتے ہیں۔ جیسے دوسرے نبی۔ پھر ہم کس طرح انکی بیعت کر سکتے ہیں۔ اس مجلس میں مولوی محمد احسن صاحب بھی

موجود دیکھو وہ قسم کھا کر بتلائیں کہ کیا یہ باتیں اس وقت
مولوی محمد علی صاحب نے کہی تھیں۔ یا نہیں اگر کہی تھیں
اور مولوی محمد احسن صاحب کو اس وقت میرے یہ عقائد
معلوم نہ تھے۔ تو انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو کیوں
نہ کہا کہ تم یہ غلط کہہ رہے ہو۔ ان کے تو یہ عقائد نہیں ہیں۔
بلکہ اس وقت تو انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو یہی کہا
تھا کہ ہمارے ساتھ بحث کر کے ان باتوں کا فیصلہ کر لو کہ کس
کے عقائد درست اور صحیح ہیں۔ پھر اسی مجلس میں ڈاکٹر
خلیفہ رشید الدین صاحب جوش میں آکر بول اٹھے تھے۔
کہ ہاں واقعی ہم حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھتے ہیں۔ اور
ایسا ہی نبی سمجھتے ہیں جیسا کہ پہلے تھے۔ اور کیوں نہ سمجھیں
جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لکھ دیا ہے۔ کہ ؎

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

اس وقت مولوی محمد احسن صاحب نے ان کو کیوں
نہ روکا۔ کہ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ تو ہمارے عقائد نہیں ہیں۔
بلکہ الٹی ان کی تائید کی۔ پھر میں نے بیعت لیتے وقت جو
تقریر کی تھی اس میں بھی میں نے اپنے عقائد بیان کرتے
ہوئے کہا تھا۔ کہ

"میرے پیارو میرا وہ محبوب آقا سید الانبیاء ایسی
عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی
میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد
نبیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شان اور عظمت ہے
کہ آپ کی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے یہ میرا ایمان
ہے اور پورے یقین سے کہتا ہوں۔ ..." *

میری اس تقریر کے وقت مولوی محمد احسن صاحب بھی
موجود تھے اس وقت وہ کیوں نہ بول پڑے لیکن درست
بات یہ ہے کہ جو کچھ میرے عقائد ہیں۔ وہ ان کو اس وقت بھی
خوب اچھی طرح معلوم تھے۔ اور وہ خود بھی ان کے ساتھ متفق
تھے۔ اور اب جو انہوں نے اعلان کیا ہے۔ وہ بالکل غلط
ہے۔ پھر ان کے اشتہار میں ایک اور لطیفہ ہے جس کو
دیکھ کر مجھے افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی۔ افسوس تو اس لئے
کہ وہ کیسی لغو اور بے ہودہ باتیں کرنے لگ گئے ہیں۔ اور
خوشی اس لئے کہ ان کے اس اشتہار سے میری حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک اور مماثلت
ثابت ہوگئی۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے جب دعویٰ کیا۔ تو محمد حسین بٹالوی نے لکھا کہ میں نے
مرزا کو بڑھایا تھا اور میں ہی اسے گھٹاؤں گا۔ لیکن خدا تعالیٰ
نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کے لئے وہ نشانات
دکھلائے۔ کہ آپ بہت زیادہ بلند ہوگئے۔ اور وہ بالکل
گر گیا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے بھی اسی طرح
میرے متعلق اعلان کیا

" صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب بوجہ
اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک
ہرگز اب اس بات کے اہل نہیں کہ۔ حضرت مسیح
موعود کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں۔ اور
اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے
سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا اپنی طرف
سے عزل کر کے عنداللہ و عندالناس اس
ذمہ داری سے بری ہوتا ہے۔ جو میرا ساتھی
ہے۔"

عجیب بات ہے کہ یہ انہی مولوی محمد احسن
صاحب کی طرف سے اعلان شائع ہوا ہے۔ جنہوں نے

* یہ مکمل تقریر ۲ مارچ ۱۹۱۴ء کے الفضل میں چھپ چکی ہے (مرتب کنندہ)

نے مجھے لکھا تھا۔ کہ

"میں یقین کامل سے کہتا ہوں کہ حقیقت آپ کی خلافت کی ثابت شدہ صداقت ہے اور منکرین اس کے بڑے خطا کار ہیں"

کیا اب ان کے نزدیک میری خلافت ثابت شدہ صداقت نہیں رہی۔ اور پھر ان کا کیا اختیار ہے کہ ایک ثابت شدہ صداقت سے مجھے معزول کر کے بڑے خطا کار سے بھی کچھ زیادہ اور بنیں۔ کیونکہ "بڑے خطا کار" تو انہوں نے میرے خلافت کے منکروں کو خود قرار دیا ہے۔ لیکن وہ تو مجھے خلافت سے معزول کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں خلیفہ اگر خدا بناتا ہے۔ اور واقعہ میں خدا ہی بناتا ہے تو مولوی محمد احسن چھوڑ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو اسے معزول کر سکے۔ ہاں میں یہ مان لیتا ہوں کہ مولوی محمد احسن نے مجھے خلافت دی۔ اس سے میں معزول ہوتا اور میں اعلان کرتا ہوں کہ جس کسی نے ان کی دی ہوئی خلافت سمجھ کر میری بیعت کی تھی۔ وہ اپنی بیعت فسخ کرنے میں آزاد ہے۔ یوں تو ہر ایک اپنے عقائد کے رکھنے میں آزاد ہے۔ لیکن میں خود ایسے لوگوں کو کہتا ہوں کہ وہ بیعت فسخ کر لیں۔ لیکن جب کسی نے خدا تعالےٰ کی دی ہوئی خلافت کے لئے اسی کے تصرف کے ماتحت بیعت کی تھی۔ اس کے سامنے اگر ساری دنیا بھی محمد احسن بن کر اعلان کرے۔ تو وہ کبھی فسخ نہیں کرے گا۔ اور پھر جس قدر دنیا کے انسان ہیں ان کے خون کے ایک ایک قطرے سے محمد احسن ہی محمد احسن بن جائیں گے۔ اور دنیا کے چاروں طرف سے آکر مجھے خلافت سے معزول کرنا چاہیں۔ تو نہیں کر سکتے ہیں تو محمد احسن کی دی ہوئی خلافت پر لعنت بھیجتا ہوں وہ اپنی خلافت کو گھر رکھیں۔ میں نے نہ ان سے خلافت لی ہے۔ اور نہ وہ مجھے معزول کر سکتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ اس وقت کھڑے ہو کر انہوں نے تقریر کرتے ہوئے میرا نام پیش کر دیا تھا۔ اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے مجھے خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حضرت عثمان کا نام خلیفہ بننے کے لئے پیش کیا تھا۔ لیکن جب ان کو کہا گیا کہ آپ کو خلافت سے معزول کیا جاتا ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے عبا پہنائی ہے اگر ساری دنیا بھی مجھے مل کر کہے۔ کہ اتار دو۔ تو میں نہیں اتاروں گا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ ایک مولوی محمد احسن کیا اگر ساری دنیا بھی مجھے کہے کہ تجھے خلافت سے معزول کیا جاتا ہے۔ تو میں وہی جواب دوں گا۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی گرفت تھی کہ اس نے مولوی محمد احسن کو پکڑ کر میری تائید کرا دی اور یہ بھی میری صداقت کا ایک نشان ہے۔ ہاں انکی دی ہوئی خلافت پر نہ میں قائم تھا۔ اور نہ معزول ہوتا ہوں۔ لیکن اگر کسی نے انکی دی ہوئی خلافت سے میری بیعت کی تھی۔ تو میری طرف سے آزادی ہے کہ اپنی بیعت فسخ کر دے۔ میری طرف سے آزادی میں نے اس لئے کہا ہے کہ اگر کوئی اس طرح کی بیعت فسخ کرے گا۔ تو میرے نزدیک اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا پس ان لوگوں کو میں پھر کہتا ہوں کہ جنہوں نے مولوی محمد احسن صاحب کی دی ہوئی خلافت سمجھ کر میری بیعت کی تھی وہ آزاد ہیں چلے جائیں۔ (چاروں طرف سے بڑے زور کے ساتھ آوازیں آئیں۔ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی خلافت سمجھ کر بیعت کی تھی۔ مولوی احسن کے لئے نہیں کی تھی۔) لیکن اگر آپ لوگوں نے خدا تعالیٰ کے لئے کی تھی اور اسی خانہ خدا میں کی تھی۔ یا باہر سے خطوط کے ذریعہ کی تھی تو پھر کوئی انسان آپ لوگوں میں سے پھر نہیں سکتا اور یقیناً پھر نہیں سکتا۔ اور جو پھرے گا وہ دیکھ

لے گا۔ کہ ایک کے جانے سے خدا تعالیٰ جماعت در جماعت ہم میں شامل کر دیگا اور ہماری تائید میں اس قدر نشانات دکھلائے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔ اور اگر وہ غیر احمدیوں کی طرح قرآن کریم کی آیتوں کا انکار نہ کرتے جائیں۔ تو اور بات ہے۔ لیکن اس آیت کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (الرعد ۴۲) کہ کیا وہ نہیں دیکھتے۔ کہ ہم زمین کو کم کرتے آتے ہیں۔ اس کی اطراف سے یعنی ان میں چاروں طرف سے لوگوں کو داخل کرتے جاتے ہیں۔ کیا خدا تعالیٰ کی عملی شہادت ہماری صداقت کی دلیل نہیں ہے۔ کیا ان چند ایک کے نکالے جانے کے بعد خدا تعالیٰ نے چاروں طرف سے ہزارہا ہم میں داخل نہیں کئے۔ اور کیا ہندوستان سے باہر سیلون۔ نائیجیریا۔ انگلینڈ اور مارشس میں ہماری نئی جماعتیں نہیں قایم ہو گئیں۔ اور اس خطہ زمین میں جہاں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا نام لینا سم قاتل ہے۔ اور جہاں کے آزادی کے نعرے مارے جاتے ہیں اس میں رہنے والے لوگ بھی ہماری بیعت میں داخل نہیں ہو گئے ہیں (جس کے معنے بیچ دینے کے ہیں) اس بات کے ہوتے ہوئے کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ہم پر غالب آجائیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ دن بدن مغلوب ہوتے جائیں گے۔ اور ایک دن وہ آئے گا جبکہ ان کا عدم و وجود برابر ہو جائیگا۔ اگر ان میں سے کسی کا خیال ہے کہ وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ تو یہ ایک باطل خیال ہے۔

مولوی محمد احسن صاحب کے ان میں شامل ہونے کے متعلق مجھے خدا تعالیٰ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی ایک سال کا عرصہ ہوا مجھے بتایا گیا تھا۔ کہ ایک شخص محمد احسن نامی نے قطع تعلق کر لیا ہے۔ پھر ابھی چند ہی دن ہوئے جبکہ مولوی محمد احسن ابھی امروہہ میں ہی تھے۔ اور میری طرف فضل عمر فضل عمر کرکے ان کی طرف سے خط آرہے تھے اور مجھے لکھتے تھے۔ کہ مجھ میں اور آپ میں جو اختلاف ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ صحابہ میں ہوتا تھا۔ اور پھر یہ بھی لکھا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کا نام اولوالعزم رکھا ہے امید ہے کہ آپ مجھ سے اس اختلاف کی وجہ سے ناراض نہیں ہوں گے۔ انہی دنوں میں میں نے رویا میں دیکھا تھا کہ مولوی محمد احسن صاحب کی نسبت خط آیا ہے کہ مر گئے ہیں اور مرنے کی ایک تعبیر مرتد ہونا بھی ہے۔ میں نے یہ رویا لوگوں کو سنا دی تھی اور اس بات کے کئی ایک گواہ اس وقت بھی موجود ہوں گے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میرے چھوٹے بھائی شریف احمد نے ایک رویا دیکھی تھی۔ جو حضرت صاحب کو سنائی گئی تھی کہ ایک شخص ہے جس کا نام محمد احسن ہے اس کی خبر اخبار میں چھپی ہوئی ہے۔ حضرت صاحب کو جب یہ خواب سنائی گئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس نام کا کوئی شخص مرتد ہو جائے گا۔ کیونکہ ایسی خبر کے ہونے کی تعبیر مرتد یا منافق ہے۔

میں نے جس رویا میں دیکھا تھا۔ کہ ان کے مرنے کا خط آیا ہے۔ اسی میں میں نے یہ بات سن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر کی۔ اس وقت میرے آنسو نکل آئے۔ اور میں نے کہا افسوس ان کا انجام اچھا نہ ہوا۔ اگر اس رویا میں ان کے مرنے سے جسمانی مرنا مراد ہوتا تو حضرت مسیح موعود مجھے تسلی دیتے نہ کہ میں آپ کو اس کی خبر کرتا۔ پس اس سے

بھی معلوم ہوا کہ۔ کہ ان کا پھر جانا ہی مراد تھا۔
سو مجھ پر کس قدر خدا کا فضل ہے کہ اس نے ان کے پھرنے کی قبل از وقت اطلاع دیدی تھی۔

پھر میں نے ایک رویا دیکھی تھی۔ جو خطبہ جمعہ میں بیان کردی تھی۔ اور اخبار الفضل میں چھپ چکی ہے۔ کہ مجھے دو آدمی دکھائے گئے۔ جو مرتد ہو چکے ہیں۔ اس وقت مولوی محمد احسن صاحب کے متعلق وہم و گمان بھی نہ تھا۔ پس میں انسان پرست نہیں ہوں۔ کہ کسی انسان کے پھر جانے کو خیال میں لاؤں۔ بلکہ خدا پرست ہوں اور ہمیشہ سے میرا بھروسہ خدا ہی پر رہا ہے۔ اس وقت جبکہ ابھی میری عمر انیس سال کی تھی اور یہ کوئی بڑی عمر نہیں۔ عام طور پر اس عمر میں لوگ کھیلتے پھرتے ہیں اس وقت جب حضرت مسیح موعود فوت ہوئے۔ تو میرے دل میں خیال آیا۔ کہ آپکی بہت سی پیشگوئیاں ایسی ہیں۔ جن پر لوگوں کو ابتلا آسکتا ہے اور میں نے سوچا کہ اگر آپ کے بعد خدانخواستہ ارتداد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تو کیا ہوگا۔ یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا۔ کہ میرے دل سے یہ آواز نکلی۔ کہ اگر ساری جماعت بھی مرتد ہو جائے۔ تو میں کچھ پرواہ نہیں کروں گا۔ اور اس صداقت کو لے کر جو حضرت مسیح موعود لائے ہیں۔ میں کیلا ہی کھڑا ہو جاؤں گا اور تمام دنیا میں پھیلا دوں گا۔

وہ نظارہ میری تو آنکھوں کے سامنے ہے اور بزرگ وہ ابھی عینی گواہ ہیں۔ جب آپ نے یہ تقریر کی تو جماعت میں خاص جوش تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالٰے کے فرشتے سکینت کی روح لے کر اتر رہے ہیں۔

وہ تقریر شائع ہوئی اور مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب نے پڑھی اور اپنے اعلان عزل کے ردعمل کو دیکھا کہ ایک بھی شخص تو ان کی ہاں میں ہاں ملانے والا نہ ہوا اور آخری عمر میں انہوں نے اپنے عمل پر اظہار ندامت بھی کیا اللہ تعالٰے انہیں معاف کرے۔

پھر یہ فتنہ عزل خلافت ختم ہوگیا اور برکات خلافت کا عملی نزول شروع ہوگیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا بیان آپ نے پڑھ لیا۔ انہوں نے تو فرمایا تھا کہ میں تھوکتا بھی نہیں۔ مگر حضرت اولوالعزم تو مولوی محمد احسن صاحب کی بزعم خود دی ہوئی خلافت پر لعنت کی۔

اگر دیدہ عبرت رکھتا ہے تو اس لعنت کو امروہہ کے لوگوں سے پوچھ لو۔ ان کے فرزند رشید (بیٹا یعقوب) کن حالات سے گذرا اور سارا خاندان ایک ابتلائی صورت میں سے گذر گیا اور وہ علم و فضل اس خاندان سے رخصت ہوا۔ اور اللہ تعالٰے نے اخلاص کا اجر نواب حضرت الٰہی بخش صاحب کے خاندان کو دیا کہ علم و فضل کے لحاظ سے عزت و اقبال کے خیال سے اور خدمت دین کے جذبہ کے لحاظ سے وہ ایک ممتاز خاندان ہے۔ اور اس خلافت ثانیہ کے عہد میں بڑوں کے چھوٹا ہونے اور چھوٹوں کے بڑا بن جانے کا ایک بین نشان ہے۔

مجھے مولانا احسن سے محبت تھی ان کے عزیزوں کے ساتھ بھی اور وہ بھی مجھے ہمیشہ دوست کہہ کر پکارتے اور مجھے دکھ ہے کہ اس اعلان عزل نے، دلوا عزم کی لعنت کی شکل اختیار کرلی۔ استغفر اللہ ربی۔
پس یہ مقام عبرت ہے۔ اب مولانا سید محمد احسن صاحب کے مزار سے بصورت حال یہ آواز آرہی ہے من نکرد م شما حذر بکنید۔ اس کے

اس کے بعد یہ فتنہ مختلف صورتوں میں ابھرا اور فتنہ پردازوں
کو نشانِ عبرت بنا کر ختم ہوا۔ پھر اگر میں غلطی نہیں کرتا تو غالباً
۱۹۳۰ء میں جناب شیخ مصری صاحب کی صورت
میں نمایاں ہوا۔ مجھے تعجب ہوا اور اب تک ہے کہ حضرت
خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو انکی ہر جہتی ترقی
کا خاص خیال تھا اور وہ حضرت کی جوانی سے بڑھاپے
تک آپ کو قریب سے دیکھنے والے تھے۔ کہ یکایک ان
میں ایک تبدیلی ہوئی اور وہ سب کچھ بھول کر مخالفت
پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے عزل خلافت کی بحث
کو بہ خیال خویش علمی یا تاریخی رنگ میں پیش کرنے کا
دعوے کیا ان کو خیال تھا کہ وہ جماعت میں ایک
خاص اثر رکھتے ہیں۔ مدرسہ احمدیہ کے پیدا
کردہ جماعت علماء کے بڑے حصہ کو ان سے تعلق رہا
ہے۔ لیکن انہوں نے دیکھ لیا کہ

انکی آواز صدا بہ صحرا ہو گئی۔

اور جماعت کے ایک فرد نے بھی انکی تائید نہ کی
اور پھر ایکبار

صداقت خلافت کا منصور مظاہرہ ہوا

یہ ہے مختصر تاریخ سلسلہ احمدیہ میں عزل خلافت
کے فتنہ کی جس نے جب سر اٹھایا

آپ ہی اپنی موت مر گیا

اب اس فتنہ نے پھر ایک اخبار کے ذریعہ جو احمدی
ایڈیٹر کے ہاتھ میں ہے اور الرحمت اس کا نام ہے
قدوسی نام کے بیچنے والے کے ذریعہ بہروپ بدلا ہے
جب حضرت خلیفہ اول کے عہد خلافت میں گمنام پمفلٹ
شائع ہوئے اور اس کے بانی کا پتہ لگا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول
نے فرمایا تھا کہ اس کا نام کیسا اچھا ہے اور کام کیسا
گندہ (مفہوم کلام)

ایسا ہی اخبار اور بیچنے والے کا نام تو اچھا ہے مگر عمل
یہ ہے۔ مجھے افسوس ہوا کہ ایک اخبار نے حضرت امیر المومنین
کے اعلان پر لکھتے ہوئے کہا۔

ابتدائے احمدیت میں پیدا ہونے والے ایک احمدی
اور صاحب تحریر کی جہالت کو غلط بیانی اور تلبیس حق
قرار دیا ہے۔

ابتدائے احمدیت میں پیدا ہونا بلکہ احمدیت کے لئے
بڑی خدمات کا ادعا بھی غلطی اور جہالت کے لئے عذر
نہیں ہو سکتا۔ سلسلہ احمدیہ میں میر عباس علی۔ مولوی
محمد حسین صاحب اور منشی الٰہی بخش اور حافظ محمد یوسف
کی پارٹی اس وقت اخلاص کے ساتھ خدمت گذار
تھے۔ جب یہ ایڈیٹر صاحب پیدا نہ ہوئے یا ہوئے تھے
تو بچے ہوں گے۔

پھر ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کیا ابتدائے احمدیت
میں پیدا نہ ہوئے تھے خدا کے مقرر کردہ خلیفے رحمت
مجسم ہوتے ہیں اور ان کی مخالفت عابد زاہد انسان
کو ابلیس کا مظہر اور بلعم باعور کا پیکر بنا دیتی ہے۔ بہرحال
اب یہ فتنہ اٹھا ہے اور ضرورت ہے کہ اس سانپ کی
کچلیوں کو توڑ دیا جاوے۔ میں ایک بصیرت اور یقین
کے ساتھ کہتا ہوں کہ

یہ فتنہ جماعت کی ترقی کا ایک اور نشان ہو گا

عزل خلافت کے مدعیوں نے
ایک علیحدہ مضمون اسی اشاعت میں لکھا ہے اس سے نہ
جن بعض تاریخی واقعات کو پیش نظر رکھ کر عزل خلافت کی

بحث کی جاتی ہے۔ اس کی حقیقت کو علمی اور تاریخی حیثیت سے بیان کرنا ضروری ہے یہ کام جماعت کے علماء کا ہے مگر میں اپنے اس فہم اور ذوق ایمان کی بناء پر جو میں نے خلافت راشدہ کے ساتھ تعلق میں اس پر کسی قدر تفصیل سے بحث کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

عرفانی الکبیر

عزل خلافت کی ابتدائی تحریک

عزل خلافت کا مسئلہ ناتمام رہ جائے گا۔ اگر میں اسکی ابتدائی تحریک اور اس کی ناکامی کا ذکر نہ کروں

اور اس کا خلاف اسلام ہونا

ابتدائی تحریک سے میری مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے ہے سب سے پہلے عزل خلافت کا سوال حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے آخری سال میں پیش آیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خون سے دائمی خلافت کا اعلان کیا۔

تاریخ اسلام کے ان ایام کی تاریخ خون سے لکھی گئی ہے۔ میں اس کے اسباب پر بحث نہ کروں گا۔ اس کیلئے "اسلام میں اختلافات کا آغاز" رسالہ پڑھنا چاہیئے۔ جو اپنے اندر بصائر و عبر کا ایک ذخیرہ لئے ہوئے ہے۔ ہماری جماعت کو اس رسالہ کو بار بار پڑھنا چاہئے اور محتاط رہنا چاہئے کہ شیطان خلافت کے مقابلہ میں کس طرح کام کرتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جب شورش اور فتنہ پیدا کیا گیا اور باغیوں نے مدینہ میں آکر حضرت عثمان رضؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور مصری باغیوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ

آپ خلافت سے دست بردار ہو جائے آپ نے جواب دیا کہ خدا نے جو خلعت مجھے پہنایا ہے اسے میں اپنے ہاتھوں سے نہ اتاروں گا البتہ جو کچھ ہو چکا اس پر افسوس ہے آئندہ اس کی تلافی کے لئے تیار ہوں۔

لیکن باغی کوئی معذرت سننے کے لئے تیار نہ ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر تم خلافت سے دست بردار نہیں ہوتے تو ہم تم کو قتل کر کے چھوڑیں گے جو شخص مزاحم ہوگا ہم اسکا بھی مقابلہ کریں گے اس پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ

میں سر دیدوں گا لیکن خدائی خلافت کو نہ چھوڑونگا

تم کو کسی سے مقابلہ اور جنگ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ میں کسی کو تم سے لڑنے کی اجازت نہ دوں گا۔ جو ایسا کریگا وہ میرے حکم کے خلاف کرے گا۔ اگر میں جنگ ہی کرنا چاہتا تو میرے حکم پر ہر طرف سے فوجوں کا ہجوم ہو جاتا یا میں خود کسی محفوظ مقام پر چلا جاتا (تاریخ اسلام دار المصنفین بحوالہ طبری و ابن اثیر)

حضرت عثمانؓ کا یہ واقعہ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ کبھی معزول نہیں ہو سکتا وہ خود بھی اس خلعت کو اتار نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ کسی اور میں طاقت ہو۔

حضرت عثمان رضی نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے عظیم الشان قربانی دی اپنی جان دیدی۔ مگر خلافت سے معزول نہ ہوئے۔

یہاں ایک اور امر بھی قابل غور ہے کہ باغیوں نے مطالبہ تو کیا لیکن یہ نہیں کہ انہیں کسی نے کہا ہو کہ ہم معزول کرتے ہیں یہ بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا اگر ایسا ہو سکتا تو وہ حضرت عثمانؓ کو معزول کر کے کسی اور کا انتخاب کر لیتے۔ بلکہ اس امر کو خود

حضرت عثمان پر موقوف رکھا اور
انہوں نے فرمایا جان دیدوں گا اللہ کی دی ہوئی خلافت نہ چھوڑوں گا۔

ظاہر ہے خلافت تو انتخاب سے ہوئی مگر انہوں نے کبھی نہ تسلیم کیا کہ تمہارا مقرر کردہ خلیفہ ہوں بلکہ خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کہا۔ تاریخ خلافت میں یہ سب سے پہلا مطالبہ عزل ہے اور اس کا جو جواب خلیفۃ اللہ نے دیا وہ تاریخ اسلام میں استحکام خلافت کے دلائل میں اس کے خون سے لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ فتنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا اور اس نے دوسری صورت اختیار کی حضرت عثمان رض کی شہادت بصائر دہر کا ایک خونی صحیفہ ہے۔ اور اس قتل نے مسلمانوں میں خون ریزی کے سلسلہ کو بند نہیں ہونے دیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

توہین خلافت کی سزا ہے

حضرت علی رض کے عہد خلافت میں اس فتنہ نے صورت تحکیم اختیار کی۔ ہمارے زمانہ کے عزل خلافت کے مدعی شیخ مصری نے بھی جہاں تک مجھے یاد ہے اس لئے کہ اس وقت انکی تحریریں میرے پاس نہیں اس قسم کے واقعات سے مطالبہ عزل کا جواز ثابت کرنے کی لغو کوشش کی جو بیت العنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

امیر معاویہ رض اور حضرت علی رض کی جنگ میں حضرت علی کا پلہ بھاری تھا اور قریب تھا کہ معاویہ کو شکست ہو جائے مگر عمرو ابن العاص ایک چالاک سیاس تھا۔ اور حضرت علی سے اسے کد بنی تھی۔ اور معاویہ سے اسنے اپنے منصوبوں کا سودا بھی کر لیا ہوا تھا دار المصنفین نے اپنی تاریخ خلافت میں لکھا ہے کہ
"عمرو ابن العاص نے کہا ہے میں ایسی چال چلوں گا کہ یا تو جنگ کا خاتمہ ہی ہو جائے گا یا حضرت علی رض کی فوج میں پھوٹ پڑ جائے گی"

یہ قصہ طویل ہے اسے چھوڑ کر میں اصل مسئلہ کی طرف آتا ہوں اور آخر یہ تجویز کہ کسی کو حکم مقرر کر کے فیصلہ کرا لیا جائے حضرت علی نے اپنی ہی جماعت میں کشت و خون کو روکنے کے لئے کرہاً اسکو منظور کر لیا اور انکی طرف سے ابوموسیٰ اشعری رض اور معاویہ رض کی طرف سے عمرو ابن العاص مقرر ہوئے حضرت علی رض کو ابوموسیٰ اشعری کے تقرر پر اعتراض تھا۔ "آپ نے فرمایا مجھ کو ان پر اعتماد نہیں وہ ہماری مخالفت کر چکے ہیں لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتے تھے۔ ان کے فہم و تدبر پر بھی ہمیں بھروسہ نہیں" لیکن اس معاملہ میں بھی دھڑہ بازی کا خطرہ تھا۔ اس لئے حضرت علی کرہاً راضی ہو گئے۔ آخر
عمرو ابن العاص اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی سادہ لوحی نے ان سے ایسے امر کا اظہار کرایا جو سراسر ناجائز تھا حضرت عبداللہ ابن عباس نے ابوموسیٰ اشعری کو کہہ دیا تھا کہ متفقہ فیصلہ کا اعلان تم نے نہ کرنا اس لئے کہ وہ عمرو ابن العاص کی چالاکی کو سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ آپ نے پہلے اعلان کیا تو عمرو ابن العاص دھوکہ دے جائیں گے۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس بات پر عمل کرنا چاہا مگر عمرو ابن العاص نے اپنی چالاکی سے اشعری صاحب سے ہی اعلان کرایا اور خود اسکی مخالفت کی تو حضرت اشعری نے چلا کر کہا یہ غداری ہے اور بے ایمانی تیری مثال کتے کی ہے۔

حضرت علی رض کے حامیوں میں برہمی پیدا ہوئی اور ایک نے عمرو ابن العاص پر کوڑے برسانے شروع کر دیئے لوگوں نے بمشکل چھڑایا اور ابوموسیٰ مکہ کو بھاگ گئے اور اس فیصلہ کو خلاف قرآن کریم قرار دیا۔

عرفانی الکبیر

عزل خلفاء کا عقیدہ ایک باطل عقیدہ ہے

مکرم جناب مولوی جلال الدین صاحب شمس (ربوہ)

عزل خلفاء کا خیال مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ایک باطل خیال ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ خود خلیفے بنائے گا۔ اور ان کی ہر طرح تائید فرمائیگا۔ اور ان کے ذریعہ دین کو قوت اور تمکنت اور خوف کو امن سے بدل دے گا۔ یعنی ان کے ذریعہ سلسلہ ترقی کرے گا۔ اور جو کام نبی نے شروع کیا تھا اسکی تکمیل ہوگی۔

سلف صالحین نے خلافت راشدہ کو آیت استخلاف کا مصداق قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

"ھذہ الآیۃ منطبقۃ علی خلافۃ الصدیق"

کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر یہ آیت پورے طور پر منطبق ہوتی ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمان بن عبدالحمید المھدی سے یہ روایت کی ہے۔ کہ

"ان ولایۃ ابی بکر و عمر فی کتاب اللہ
یقول اللہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم
وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ"

یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں ضرور خلیفے بنائے گا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے "تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔

"ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم
ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا" (الوصیت)

پس جن خلفاء کو اللہ تعالیٰ خلیفہ بناتا ہے۔ وہ بالواسطہ ہوتا ہے اور انتخاب کرنے والوں کے انتخاب کو اپنا انتخاب قرار دیتا ہے اور پھر خود اس کی ہر رنگ میں تائید کرتا ہے۔ تو ان کے عزل کا سوال ہی کس طرح پیدا ہو سکتا ہے

۲۔ خلیفہ نبی کا قائمقام ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جب خدا تعالےٰ کسی کو منصب نبوت عطا کرتا ہے۔ تو پھر کبھی اسے اس منصب سے معزول نہیں کرتا۔ پس جیسے نبی کا عزل نہیں ہوتا۔ اس لئے جو نبی کا خلیفہ ہوگا وہ بھی کبھی معزول نہیں ہوگا۔ اور نہ انتخاب کرنے والوں کو اس کے عزل کرنے کا حق ہوگا۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایسے خلیفہ کا انتخاب کرنے والے کبھی اس کے معزول کرنے پر متفق نہیں ہوں گے۔ چنانچہ انبیاء کے خلفاء میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ جسے انتخاب کرنے والوں نے اس کی برطرفی پر اتفاق کر لیا ہو۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کے علم میں تھا۔ کہ بعض لوگ انہیں خلافت سے معزول

کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے
اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہلے
پہلے خبر دیدی کہ ایسا مطالبہ کرنے والے لوگ منافق ہونگے
ان کی پروانہ کریں۔ ترمذی اور حاکم میں حضرت عائشہ رض
سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لعل اللہ یقمصک قمیصا فان
اراد لک المنافقون علی خلعہ
فلا تخلعہ حتی تلقانی"

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے
گا اگر منافق اُسے تجھ سے اتارنے کی
کوشش کریں تو اُسے نہ اتارنا۔ یہاں تک
کہ آپ مجھ سے ملیں یعنی موت کو اس کے
اتارنے پر ترجیح دینا۔

اس حدیث میں خلافت سے معزول ہونیکا مطالبہ
کرنے والوں کو منافق قرار دیا گیا ہے۔ اور اس سے
یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان رض سے منتخب
کرنے والوں نے معزول ہونے کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔
میرے نزدیک نبی کریم صلعم کے خلیفہ کے لئے اس کے
منتخب کرنیوالوں کا اس کے عزل پر اجماع ہی نہیں ہوسکتا۔

۴۔ اسی طرح حضرت علی رض کے وقت جن لوگوں نے آپ
کی بیعت سے اپنے آپ کو علیحدہ کیا اور سرکشی اختیار کی اور
اپنا علیحدہ مرکز بنا کر حضرت علی رض کے آدمیوں کو قتل کرنا
شروع کیا۔ ان سے حضرت علی رض نے جنگ کی اور
انہیں منتشر کردیا۔ اسی طرح آپ کے عہد خلافت میں
جن لوگوں نے آپ سے جنگ کی اور مقابلہ کیا وہ بھی
جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب
سر الخلافہ میں لکھا ہے باغی اور طاغی تھے۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء
الراشدین المھدیین"

یعنی تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین
کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے خلفاء کو ہدایت یافتہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے۔
اور ان کے طریقہ اور سنت کو اختیار کرنا واجب قرار دیا
ہے۔ پس اگر خلفاء کا عزل ممکن ہوتا تو ان کی سنت
کی اتباع کرنا کیوں لازمی قرار دیا جاتا۔

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نبوت
کے بعد امت محمدیہ میں خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی
پھر بادشاہت ہوگی۔ پھر فرمایا کہ آخر میں پھر خلافت
علی منہاج النبوۃ ہوگی۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے زمانے میں بھی خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی۔ اور
حضور اپنی کتاب الوصیت میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

۱۔ اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے
۲۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد
مشکلات کا سامنا پیدا ہوجاتا ہے۔ اور دشمن زور میں آجاتے
ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے
ہیں۔ کہ اب یہ جماعت نابود ہوجائے گی۔۔۔۔ تب خدا تعالیٰ
دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اور
گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس جو آخر
تک صبر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے۔
جیسا حضرت ابو بکر صدیق رض کے وقت میں ہوا۔۔۔۔ میں
خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا ہوں
اور خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود
ہونگے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ
جیسے نبی خدا تعالیٰ کی ایک قدرت ہوتا ہے۔ ویسے ہی اس کے بعد خلیفہ
بھی خدا تعالیٰ کی ایک قدرت ہوتا ہے۔ جیسے خدا تو اپنے ہاتھ سے ظاہر
کرتا ہے۔ پس جیسے قدرت اولیٰ یعنی نبوت کے مظاہر کبھی معزول نہیں
ہوسکتے۔ ویسے ہی قدرت ثانیہ یعنی خلافت کے مظاہر بھی
معزول نہیں کئے جاسکتے۔

میرے قیامِ مصر کے حالات

از مکرم حاجی عبدالکریم صاحب کراچی

(سلسلہ کیلئے الحکم ۲۱/۲۸ فروری ملاحظہ ہو)

نیز ہندوستان کی واپسی کا بھی رجمنٹ کو حکم مل چکا تھا۔ تو میں نے محسوس کیا کہ قیام مصر میں جس قدر تبلیغ کا کام مجھے کرنا چاہئے تھا۔ وہ میں کرنے سے قاصر رہا۔ اس لئے اس کے ازالہ کے لئے ایک تجویز میرے ذہن میں آئی۔ کہ میں شاہِ مصر کو تبلیغی خط ارسال کروں۔ کیونکہ بادشاہ ہونے کی حیثیت سے اُن کا فرض ہے کہ وہ اس پیغام کو اپنی رعایا تک بھی پہنچائیں اس لئے اگر میں ایسا کروں تو کسی حد تک مجھے اطمینان ہو جائیگا۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کیلئے میں نے ایک تبلیغی خط شاہ مصر کی خدمت میں بزبان انگریزی بھیجا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ قرآن کریم کی رو سے مجھ پر یہ فرض عاید ہوتا تھا کہ میں ہر ایک مصری تک پیغام احمدیت پہنچاتا۔ مگر افسوس کہ میں ایسا نہیں کر سکا۔ میرا خیال تھا اور ارادہ تھا کہ مصر میں مزید قیام کروں۔ مگر وہ بھی میرے لئے ناممکن ہو گیا ہے اس لئے میں آپ کو یہ پیغام پہنچاتا ہوں۔ کیونکہ آپ بادشاہ ہوتے ہوئے تمام رعایا کے قائم مقام ہیں۔ اس لئے آپ کو تبلیغ کرنا تمام مصر کو تبلیغ کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے میں آپ کی خدمت عالیہ میں سلسلۂ عالیہ احمدیہ کا لٹریچر بھیج رہا ہوں اور آپ سے مودبانہ اور عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس لٹریچر کو پڑھیں اور اس پیغام آسمانی کا مطالعہ فرمائیں۔ اور آپ پر اس کے بعد فرض ہے کہ اس پیغام کو اپنی رعایا تک پہنچائیں۔

شاہ مصر کو تبلیغی خط

اس خط کی نقل قادیان دار الامان میں انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز (REVIATE OF RELIGINIS) میں بھی شائع ہوئی تھی۔ مگر مصلحتاً اس میں میرا نام درج نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ ایڈیٹر صاحب نے یہ نوٹ دیا تھا کہ یہ ایک تبلیغی خط شاہ مصر کی خدمت میں ایک احمدی دوست نے بھیجا ہے۔

کِڈ صاحب سے تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ اور وہ باوجود عیسائی ہونے کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خدا کا نبی ماننے لگ گئے تھے۔ گو وہ اس کا اظہار علانیہ طور پر بعض مصلحتوں کی وجہ سے نہ کرتے تھے مجھے انہوں نے کہہ دیا تھا۔ لندن جاکر بھی وہ مسجد احمدیہ میں جاتے رہے اور جماعت کے لیکچروں میں کبھی کبھی شامل ہوا کرتے تھے۔

اسلامی نماز اور فوجی افسر

جب مصر میں تھے اور نماز با جماعت ہو رہی ہوتی تھی تو جب تک نماز ختم نہ ہو اس کو غور سے دیکھتے رہتے تھے۔ ایک روز میں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کیا سوچتے رہتے ہیں تو کِڈ صاحب نے جواب دیا۔ کہ میں حیران ہوتا ہوں کہ کس قدر اسلامی نماز میں (DIRAPLINS) ہے۔ ایک مولوی صاحب جس کو ہم ۲۵ روپیہ تنخواہ ماہوار دیتے ہیں ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں ملبوس ہوتا ہے۔ اور جب اللہ اکبر کا (CAUTION) دیتا ہے۔ تو سب مقتدی ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے رکوع کرنے کے ...... (CAUTION) دینے پر وہ فوراً جھک جاتے ہیں۔ غرض اس کی ہر حرکت کی نقل نمازی بہت ہی احتیاط

سے کرتے ہیں۔ جب رکوع ہوتا ہے تو سب ایک ہی دفعہ جھکتے ہیں۔ جب سجدہ سے سر اٹھتا ہے تو سب کا ایک ہی ساتھ۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت عظیم الشان فوجی جرنیل تھے۔ انھوں نے نماز قائم کر کے ایسے (Regimentation) کی بنیاد ڈالی ہے جس کی مثال دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی۔ فوج میں کس قدر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اسکول قائم ہیں وہاں سے لوگ سیکھ کر آتے ہیں۔ رنگروٹوں کو سکھلاتے ہیں۔ ان سب کا لباس چست ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے سب کا قدم ایک ساتھ بہت دیر سے اٹھتا ہے۔ لیکن یہاں نماز میں یہ (Discipline) قائم ہے کہ اگر ایک شخص دیر سے نماز میں شامل ہوتا ہے اور امام سجدہ میں ہوتا ہے تو وہ بھی فوراً سجدہ میں گر جاتا ہے اور اپنی ہر حرکت امام کی اتباع میں لانے کو فخر سمجھتا ہے۔

قادیان دارالامان میں میری ملاقات مکرم جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم سے ہوئی۔ آپ تبلیغ کے سلسلہ میں مصر جانے والے تھے۔ میں نے ان کو احمدی احباب و زیر تبلیغ احباب کے نام اور پتے نوٹ کرائے۔ اخبار الفضل میں ایک اشتہار نکلا کہ وزیرستان کے لئے میر منشیوں کی ضرورت ہے۔ تین سو روپیہ ماہوار پر۔ انگریز فوجی افسروں کو اردو پڑھانے کے لئے۔ لڑائی کی وجہ سے میر منشی وہاں جانے سے گھبراتے تھے اس لئے گورنمنٹ نے یہ خود انتظام کیا۔ میں جب مصر میں تھا تو وہاں بھی فوجی افسروں کو یہ مشکل درپیش تھی۔ جس کا اظہار بعض افسروں نے مجھ سے بھی کیا تھا۔ میں نے اپنی خدمات بغیر کسی معاوضہ کے پیش کر دی تھیں۔ تھوڑی مدت کے بعد میں ان سے الفضل میں مندرجہ تبلیغی رپورٹیں پڑھوایا کرتا تھا۔ جن میں انگریزوں کے اسلام میں داخل ہونے کا ذکر ہوتا تھا۔ اس سے میری غرض ان کو بھی تبلیغ کرنا ہوتی تھی۔ ان سے مذہبی بات چیت اس رنگ میں جاری رہتی تھی۔ وہ اسکو بخوشی سنتے تھے۔ کیوں کہ میری رضا کارانہ خدمت کا ان پر اثر تھا۔ اس لئے میں نے بھی میر منشی کی جگہ کے لئے درخواست بھیجدی۔ اور اس میں صرف یہ ذکر تھا کہ میں مصر میں فوجی افسروں کو اردو پڑھاتا رہا ہوں۔ میں نے یہ درخواست شاہجہانپور سے بھیجی تھی اور میں خود اپنی اہلیہ سمیت قادیان دارالامان رمضان شریف کا مہینہ گذارنے کے لئے روانہ ہوا۔ میں نے اپنے خسر صاحب سے کہہ دیا تھا کہ اس درخواست کا کوئی جواب آوے تو مجھے بھیجدیں۔ ۱۰-۱۵ روز کے بعد جواب ملا کہ آپ فوراً میر منشی کا کام کرنے کے لئے آجاویں۔ اس کے جواب میں عاجز نے لکھا کہ میرے سفر کے لئے ریلوے وارنٹ سیکنڈ کلاس کا بھیجا جاوے۔ آخری عشرہ میں پاس بھی مجھے مل گیا۔ اور ساتھ ہی خط ملا کہ آپ فوراً آجاویں۔ میں چونکہ سارا رمضان شریف کا مہینہ قادیان دارالامان میں گذارنا چاہتا تھا۔ اس لئے عید کے بعد میں واپس شاہجہانپور گیا اور وہاں اپنی اہلیہ صاحبہ کو ان کے والدین کے پاس چھوڑ کر میں دریا خاں روانہ ہوا۔ جب میں اسٹیشن پہونچا تو میں نے پلیٹ فارم پر ایک جمعدار صاحب کو یہ آواز دیتے ہوئے سنا "میر منشی احمدی صاحب" بلند آواز سے وہ پکار رہے تھے۔

وزیرستان میں میر منشی کا کام میرے سپرد کیا گیا

میں حیران ہوا۔ ان سے ملا تو اس نے شکوہ کیا کہ صاحب ہم آپ کا انتظار دس روز سے کر رہے ہیں۔ ہر ایک گاڑی کے آنے کے وقت اس طرح آپ کو آواز دیتے رہے ہیں۔ اس نے بتلایا کہ جب سے آپ کو ریلوے پاس گیا ہے اس وقت ہمیں بھی دفتر سے یہ ہدایت ملی تھی۔ کہ میر منشی احمدی کو ڈاک کی سواری پر ڈیرہ اسمٰعیل خاں بھیجدیا جاوے۔ مجھے انھوں نے روانہ کیا۔ دریا عبور کرنے کے بعد میں شام کے بعد کیمپ میں پہنچا۔ اس وقت مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ میں نے گاڑی والے سے کہا کہ مجھے اس خیمہ کی طرف لے چلو۔ (ایک خیمہ کے باہر میز کرسیاں پڑی تھیں۔ اس کی طرف اشارہ کر کے) جب میں وہاں پہنچا تو صاحب خیمہ میں گئے ہوئے تھے۔

ملازم موجود تھا۔ اس نے سمجھا کہ شاید میں بابو صاحب کا دوست ہوں۔ اس نے میرا سامان اتارا۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے نہانے کے لئے پانی گرم کرو۔ میں نے غسل کیا اور میں نے اس سے کہا کہ بابو صاحب تو دیر سے آئینگے۔ مجھے کھانا دیدو۔ وہ کھانا لایا۔ اور میں نے کھانا شروع کیا۔ اور میں نے دس روپے کا نوٹ نکال کر رکھ لیا کہ اگر صاحب خیمہ ناراض ہوئے تو میں ان سے معذرت کروں گا۔ اور اس کھانے کے عوض دس روپیہ ان کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ میں کھانا ختم کرنے والا ہی تھا کہ ملازم نے مجھے کہا کہ بابو صاحب آرہے ہیں۔ بابو صاحب موصوف معہ چند دوستوں کے اپنے خیمہ کی طرف آرہے تھے اور مجھے دیکھ کر وہ حیران تھے کہ یہ کون صاحب ہیں۔ جو کھانا کھا رہے ہیں۔ جب وہ قریب آئے تو میں نے ان کو غور سے دیکھا اور میں نے اُن کو پہچان لیا۔ وہ میرے ہم جماعت قریشی محمود احمد صاحب تھے۔ غالباً آجکل وہ (سپرینٹنڈنٹ کریمنل سٹیلمنٹ (SUPDT.) ہیں) ہیں۔ انھوں نے مجھے نہ پہچانا۔ اُن کے سلام کا میں نے جواب دیا اور دریافت کیا کہ آپ کہاں گئے تھے انھوں نے میری آواز پہچان لی اور بڑے تپاک سے ملے۔

قریشی صاحب اس دفتر میں ہیڈ کلرک تھے۔ جس دفتر سے مجھے آرڈر گیا تھا۔ اور انھوں نے ہی اخبار الفضل میں اس کے متعلق اعلان کروایا تھا۔ انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے میر منشی کا امتحان پاس کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ وہ فرمانے لگے آپ کو آفیسر متعلقہ ملازمت نہیں دے گا۔ دوسرے روز میں نے اس آفیسر سے ملنا تھا انھوں نے کہا کہ میں دفتر جا کر آپ کو کورس کی کتابیں چپراسی کے ہاتھ جلدی بھیجدوں گا۔ آپ اُن کو کم از کم دیکھ لیں۔ میں جب دفتر جانے کو تیار ہوا تو چپراسی سر پر کتابیں رکھ کر لا رہا تھا۔ مجھے کہا کہ بابو صاحب نے آپ کے لئے یہ کتابیں بھجوائی ہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ یہ کتابیں واپس لے جاؤ۔ کیوں کہ میرے پاس اُن کو پڑھنے

کا وقت نہیں۔ میں نے (۲) نفل پڑھے اور دعا کی اور دفتر گیا۔ وہاں جنرل سٹاف آفیسر کرنل رینڈل صاحب کو رپورٹ کی۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور دریافت کیا کہ آپ نے امتحان میر منشی کا کب پاس کیا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ تو وہ سخت بگڑ گیا۔ اور مجھے کہا کہ پھر آپ نے کیوں اپنی درخواست میں لکھا ہے کہ میں نے میر منشی کا امتحان پاس کیا ہوا ہے۔ میں نے کہا میں نے اس کا کوئی ذکر اپنی درخواست میں نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ جب تک یہ لکھا ہوا نہ ہو میں کسی میر منشی کو ملازمت کے لئے بلاتا ہی نہیں۔ اس نے وہ فائل منگوایا۔ جس میں میری درخواست تھی۔ اُس کو پڑھا تو اس میں صرف یہ ذکر تھا کہ میں مصر میں انگریز فوجی آفیسروں کو انگریزی پڑھاتا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ کو ملازمت نہیں مل سکتی میں نے کہا بہت اچھا مجھے ایک ماہ کی تین سو روپیہ تنخواہ دیدیں۔ اور واپسی کا ریلوے پاس دیدیں میں بخوشی واپس جانے کو تیار ہوں۔ پھر تھوڑی دیر سوچ کر کہا کہ ہاں میں اس شرط پر آپ کو ملازمت دیتا ہوں کہ آپ کا کام تسلی بخش ہو۔ میں نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ مجھے انھوں نے ایک بریگیڈ میں جانے کی ہدایات دیں اور اس کے بریگیڈ میجر کو خفیہ خط سر بمہر میرے ذریعہ بھیجا۔ مجھے جس کار میں جانا تھا اس میں اور فوجی آفیسر میجر تھے ہم دونوں روانہ ہوئے اور دوران سفر میں عاجز ان کو تبلیغ کرتا رہا۔ جب اس کا کیمپ آگیا تو اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ میں تو یہاں اتر جاؤں گا۔ میری منزل مقصود آگئی ہے۔ آپ کے ہمراہ سفر بہت دلچسپی سے گذرا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جائینگے میں نے اس بریگیڈ کا نام لیا جہاں میں نامزد ہوا تھا۔ اس نے کہا یہی تو وہ بریگیڈ ہے اور میں بریگیڈ میجر ہوں۔ وہ بہت خوش ہوا۔ ہم دونوں اکھٹے اترے۔ انھوں نے میرے قیام کے لئے بڑا خیمہ دیا۔ اور دو اردلی دیئے۔ میں نے اُن کو وہ خط دیا جو ان کے نام کرنل رنڈل نے

میرے ذریعہ بھیجا تھا وہ انھوں نے کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ میر منشی مسٹر احمدی کو بھیجا جا رہا ہے۔ ۱۴ روز کے بعد اطلاع دیں۔ اگر ان کا کام تسلی بخش نہ ہوا، تو ان کی جگہ کوئی اور میر منشی بھیج دیا جائیگا۔ برگیڈ میجر نے آرڈر نکالا کہ جو امید وار اردو پڑھنا چاہیں۔ وہ اپنا اپنا نام بھیج دیں۔ اس پر پانچ افسروں نے میرے پاس نام بھیجے ۱½ گھنٹہ ان کو ہر روز پڑھانا تھا۔ میں نے ہر ایک سے وقت مقرر کر لیا۔ اور دوسرے روز کام شروع کر دیا۔ پہلے روز میں نے ہر ایک افسر سے کہا کہ آج میں آپ کو پڑھاؤں گا نہیں۔ بلکہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو اردو زبان پڑھنے لکھنے اور بولنے میں کیا کیا مشکلات ہیں۔ اس طرح ہر ایک نے اپنی اپنی مشکلات بیان کیں۔ کسی کو پڑھنا نہیں آتا تھا۔ کسی کو لکھنا نہیں آتا تھا کسی کو بولنے میں دقت تھی۔ میں ان سے رخصت ہو کر جب دوسرے افسر کے پاس جاتا تو اس کی مشکل کو اپنی نوٹ بک میں لکھ لیتا۔ اس رات جب سب افیسر کھانے کے لئے جمع ہوئے تو برگیڈ میجر نے امیدواروں سے دریافت کیا کہ آج احمدی صاحب نے کام شروع کر دیا ہے۔ ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ہر ایک نے کہا کہ اس نے اپنے کام میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ آج اس نے ہماری مشکلات دریافت کی ہیں۔ اس سے پہلے کسی میر منشی نے ایسا نہیں کیا۔ دوسرے روز میں نے کام شروع کیا۔ میرے پاس چونکہ کورس کی کتب نہ تھیں۔ اس لئے میں افیسر متعلقہ کو کہتا کہ آپ کتاب پڑھیں جہاں وہ غلطی کرتا میں اس کی تصحیح کرتا اور اس کو بتایا کرتا تھا کہ غلط پڑھنے سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں۔ بعض اوقات کچھ بھی مطلب اس کا نہیں نکلتا۔ اس طرح لکھنے اور بولنے میں بھی ان کو ضروری ہدایات اپنی سمجھ کے مطابق دیتا رہا۔ چند روز بعد برگیڈ میجر نے پھر ان امیدواروں سے میرے متعلق رائے لی تو سب نے کہا کہ یہ عجیب منشی ہے۔ اس کے پاس کوئی کتاب نہیں ہوتی ہم اپنی کتاب پڑھتے ہیں۔ ہم بولتے ہیں اور جہاں ہم غلط پڑھتے یا لکھتے یا بولتے ہیں تو فوراً وہ بتا دیتا ہے۔ اور ہمیں اچھی طرح سمجھا دیتا ہے۔ یہ بڑا ماہر فن معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کو سارا کورس زبانی یاد ہے۔ ہمیں اور کسی میر منشی کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد برگیڈ میجر صاحب نے خفیہ خط کے جواب میں کرنل رنڈل صاحب کو تار دیا کہ میر منشی احمدی صاحب بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ ہمیں کسی اور میر منشی کی ضرورت نہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد اعلان ملا کہ تین ماہ بعد کورس تبدیل ہو جائیں گے۔ تین تین ماہ کا کورس ہوا کرتا تھا۔ دو درجے تھے ادنیٰ و اعلیٰ۔ نیا کورس کچھ مشکل تھا۔ اس لئے میرے پاس ایک فوجی افیسر آئے اور وہ نئے نئے انگلینڈ سے آئے تھے۔ اس نے کہا کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ میں ۶ ماہ کا کورس تین ماہ میں ہی پڑھ لوں۔ ورنہ مجھے تین ماہ کے بعد پڑھائی شروع کرنی پڑیگی۔ میں نے کہا یہ ممکن ہے مگر اس کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

ایک امیدوار کا دو درجہ پاس کرنا

۱۔ آپ مجھے حاکم تصور کریں۔ اور اپنے آپ کو میری رعایا خیال کریں۔

۲۔ جو کام میں آپ کو دوسرے روز کے لئے کہہ جاؤں وہ بالکل تیار ہو اس کے متعلق آپ کا کوئی عذر سنا نہ جائیگا۔

۳۔ آپ سے میں ایک گھنٹہ کے لئے ڈبل فیس لیا کرونگا۔

۴۔ آپ نے اگر امتحان پاس کر لیا تو سارا انعام جو سرکار سے آپ کو ملیگا۔ وہ میں لونگا۔ (عام طور پر امیدوار کی کامیابی پر میر منشی کو نصف ملتا ہے)

۵۔ میں آپ سے کوئی فیس نہیں لوں گا۔ جب آپ پاس ہو جائیں تب میں آپ سے فیس لوں گا۔ فیل ہونے کی صورت میں آپ سے کوئی فیس نہ لی جائے گی

باقی آئندہ

35

الحکم کا دورِ ثالث

مکرم جناب عبدالمجید خان صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ آف کوٹلہ

ہر ایک کام کے وقت کے لحاظ اور مناسب طریق سے سرانجام دینے کو صلاحیت کہا جاتا ہے۔ جس زمانہ موجودہ میں سے ہم گذر رہے ہیں اس میں حقیقی اسلام کی تعلیم بالکل معدوم ہو چکی اور مسلمانوں پر جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنا قرب عطا کرنے کے لئے قرآن کریم جیسی اعلیٰ ترین اور ہر زمانہ اور ہر طبقہ بنی نوع انسان کے لئے مکمل تعلیم نازل فرمائی اور محمد رسول اللہ صلعم جیسا عظیم الشان صاحب شریعت رسول مبعوث فرما کر مسلمان قوم پر احسان عظیم فرمایا جس کے ذریعہ سے ہمیں ہر پہلو پر مستفید ہو کر اصل غرض نزول قرآن کریم کا پورا کرنا لازم ہے۔ لیکن یہ موجودہ زمانہ اس قدر خطرناک ہے کہ اس میں عام انسانوں کا اپنے خالق و مالک سے **تعلق کٹ چکا ہے** اور خدا تعالیٰ سے اس قدر بُعد ہے کہ جس کے خیال کرنے سے دل کانپ اٹھتا ہے اسی کے نتیجہ میں رسول کریم صلعم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

یا ربّ اِنّ قومی اتّخذوا ھٰذا القراٰن مھجورا

واقعی کس قدر دردناک منظر ہے کہ جو آسمانی کلام ۲۳ سال میں نازل ہو کر ۳۰ حصوں (پاروں) اور ۱۱۴ صحائف (سورتوں) کی صورت میں مکمل ہوئی اور جو امور دینی و دنیوی کی کامیابی کے لئے یقینی طور پر کلید ہے اس سے اس قدر غفلت بلکہ منافرت آہ! اسی حالت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منظوم کلام میں حسب ذیل فرمایا۔

"بے کسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست
خونِ دیں بینیم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں را ہیچ آں دلدار نیست

پھر اسی طرح فرمایا۔

"ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور ان کے وہ وار
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یا رب سخت ہے یہ کارزار
ہر نبیٔ وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
کر گئے ہیں وہ دعائیں با دو چشم اشکبار
اے خدا شیطاں پہ مجھکو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
لشکر شیطاں کے نرغہ میں جہاں ہے گھر گیا
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار"

پس اس خطرناک حالت میں کہ ہم دشمن یعنی شیطانی خیالات کے غلبہ کے اندر محصور ہیں ہم کو یہ چاہئے کہ بے چینی سے اور سب کام چھوڑ کر دشمن پر فتح پانے کے لئے کما حقہٗ کوشش کریں۔ جس کے لئے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنے اندر تغیر پیدا کر کے بارگاہِ ربّ العزت میں درد بھری آہ و زاری تعلیم اسلام کے احیاء کے لئے کریں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اِس غار میں چھپا ہے اک شور کفر کا ہے
اب تم دعائیں کر لو غارِ حرا یہی ہے۔"

گویا موجودہ منظر کو اسلام سے اول جو کفر و ضلالت
اور ہر قسم کی بدی کا زمانہ تھا اس کے مشابہ قرار دیا ہے
جس کو دیکھ کر نبی کریم صلعم کا پاک دل بے تاب ہو گیا تھا
چنانچہ واحد و مقتدر خدا کے حضور میں رات دن غار حرا
میں جاکر تنہائی کی گھڑیوں میں اصلاح مخلوق کے لئے
انتہائی تضرع سے اور ایسی درد بھری آہ و زاری سے
دعائیں کیں جو آخر بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئیں کہ رسول
مقبول صلعم پر کلام الٰہی کا نزول شروع ہو گیا اور حضور صلعم
کو رسالت کا اعلیٰ منصب صاحب شریعت رسول ہونے
کی صورت میں عطا ہوا۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں ملک
عرب کے لوگ جو بت پرست تھے اللہ تعالیٰ کی توحید
کے گرویدہ ہو گئے۔ ملک عرب کے علاوہ دیگر ممالک
میں بھی مذہب اسلام کو قبولیت حاصل ہوئی۔ ہمیں یہ بات
ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ وقت کی قدر کرنے والے افراد
اور قومیں دنیا کی ترقی یافتہ قوموں اور افراد کی صف
اول میں کھڑے ہونے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح
ہم کو دور حاضرہ کے گندے وقت میں اس غرض کے
لئے کہ ہم نے مذہب اسلام کو جو عملی صورت میں مٹ
چکا ہے دوبارہ زندہ کرنا ہے رات دن اسی کوشش
میں لگے رہنا چاہئے۔ اور موجودہ زمانے میں اللہ تعالیٰ
کی طرف سے جو سہولتیں عطا ہوئی ہیں جیسا کہ قرآن کریم
میں اس زمانے کے لئے بطور پیشگوئی ارشاد فرمایا
گیا ہے۔ "واذا الصحف نشرت واذا النفوس زوجت و
اذا العشار عطلت" یعنی پریس جاری ہونگے اور اونٹ وغیرہ کی سواری
کی بجائے ریل و ہوائی جہاز وغیرہ سواریاں ایجاد ہو گئی ہیں اور
تمام دنیا کے لوگ ذرائع آمد و رفت کی سہولت کی بنا پر
ایک شہر میں رہنے والوں کیطرح ہو گئے ہیں۔ مثلاً پہلے زمانہ
میں جو کتاب مشکل سے سو روپیہ میں میسر آتی تھی اب چند آنوں میں
بسبب اجراء پریس دستیاب ہو جاتی ہے۔ اور پہلے ایک دو
کوس کا سفر گویا موت کا سامنا تھا اور اب ہزاروں میل
کا سفر بلا خوف و خطر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اس

لئے موجودہ زمانہ میں جو فقدان دین کا دور ہے اس میں
ہر طریق سے مخلوق کو از سر نو اسلامی تعلیم سے آگاہ کرنا ہم پر
فرض ہے اور احمدی جماعت پر بالخصوص یہ فرض عاید ہوتا
ہے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کے لائے ہوئے دین اسلام
کو برقرار رکھنے اور سکھلانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے ساتھ جو پیشگوئی واضح فرمودہ آنحضرت صلعم اس زمانہ
میں مبعوث ہوئے وابستہ ہیں۔ اس لئے ہمیں احیائے دین اسلام
کے لئے شیطان کے ساتھ سخت ترین جنگ میں مصروف ہونا
چاہئے اور اس غرض کو پورا کرنے کیلئے وابتغوا الیہ الوسیلہ
کے کام کے ماتحت ہر اس بات جس سے بارگاہ رب العزت پر
خود پہونچنے اور مخلوق کو پہونچانے کا موقعہ ملے اس کو
اختیار کر لینا چاہئے۔ مثلاً اخبار الحکم جس کے ذریعہ حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کے پاک کلمات سے آگاہی ہو کر آنحضرت صلعم
فداہ ابی و امی۔ کی لائی ہوئی تعلیم یعنی نغرہ اسلام کا پورے
طور پر علم ہو جاتا ہے۔ اس لئے الحکم کا جو سلسلہ عالیہ کا سب سے
پہلا اخبار ہے جس کے ذریعہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب
عرفانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ملی کہ انہوں نے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زبانی فرمودہ کلمات کو دنیا
کے کانوں تک پہونچایا۔ زندہ رکھنا ضروری ہے۔ جماعت
احمدیہ کی تعداد تمام دنیا میں خدا کے فضل سے لاکھوں
کی تعداد میں ہے اگر ان میں سے چند ہزار احباب یہ عزم
کر لیں کہ اس قدیمی اخبار کا جو حضرت مسیح موعود کے زبانی فرمودہ جیسی قیمتی و نایاب کلمات
پہونچانے کا موجب ہوا قائم رکھنا نہایت ضروری ہے اور فی الحقیقت اخبار الحکم کو خریدنا
شروع کر دیں تو پھر وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر دوبارہ مخلوق الٰہی کو پیغام احمدیت پہونچانے کے
قابل ہو سکتا ہے اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا کیونکہ قوم کی زندگی جن چیزوں پر منحصر ہے ان میں سے ایک
ضروری طریق یہ ہے کہ اخبار جیسے ضروری ذریعہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کیا جائے جس کا یہ مطلب ہوگا
کہ اسلام کی گم شدہ تعلیم کا از سر نو زندہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر فرض کیا گیا ہے مقصود ہے
موجودہ حالات میں اپنے بھائیوں کو الحکم کی خریداری کیطرف توجہ دلانا جو کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
کا باعث ہوگا۔ اہل دل اور غور کرنے والی طبیعت والوں کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے جن کی نظر
ہو کر دور دراز کی منزل کو طے کر لیتے ہیں۔ آخر ہم میں حقیقی بیداری پیدا کرنا کہ ہم اپنا فرض
کے پورا کرنے میں کوتاہی کرنیکے مجرم قرار نہ دیئے جائیں۔ آمین